

ابتدائیہ

از: محمد رحمت اللہ

یادگار تقریب

اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق 23 فروری 2022ء بدھ کو ”فتاویٰ دارالعلوم رحیمیہ کشمیر“ کی پہلی جلد کا اجرا ہوا۔

یہ ایک پر لطف اور جذبات سے بھرا ہوا تاریخی موقع تھا جبکہ علماء کرام کا ایک مؤقر اور باوقار اجتماع اپنے تمام تقدس اور سنجیدگی مگر سادگی کے ساتھ نہایت دلکش نظارہ پیش کر رہا تھا۔

پروگرام کے مطابق دن کے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے سرینگر کے حج ہاؤس میں مفتی محمد عظمت اللہ صاحب نائب مفتی دارالعلوم رحیمیہ نے اسٹیج سے اجلاس کے نظام کا اعلان کرتے ہوئے افتتاح کے لئے قاری شہناز احمد صاحب کو تلاوت کلام پاک کے لئے دعوت دی، قاری صاحب موصوف نے نہایت اطمینان بخش انداز میں موقع کے مناسب سورہ توبہ کی مبارک آیات **فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَفْقَهُوا فِي الدِّينِ** والی آیات مبارکہ کو ترتیل کے ساتھ تلاوت فرما کر **وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً** کے حکم خداوندی کی تعمیل کی۔ موصوف کی پُر اثر تلاوت کے بعد علماء کرام، حفاظ کلام اللہ شریف اور مفتیان کرام کے اس منتخب مجمع میں حدراً تلاوت کلام پاک کے لئے قاری عطاء اللہ صاحب کے نام کا اعلان کیا گیا۔

موصوف جو دارالعلوم رحیمیہ کے دارالافتاء میں زیر تعلیم ہیں مگر مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں جناب قاری احمد اللہ صاحب جیسے عظیم استاد سے قرأت سبعمہ کی تحصیل کی ہے نے بروایت قالون عن عاصم تلاوت کر کے حاضرین کے دلوں کو سرور بخشا۔ اس مختصر تلاوت کے بعد اس مجمع میں قاری محمد حبیب اللہ صاحب کو ناظم جلسہ نے قرأت سبعمہ کے لئے دعوت دی۔ قاری صاحب موصوف نے فن قرأت میں عشرہ کبیرہ کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی توجہ کے ساتھ دیگر اساتذہ کی شفقتوں سے فیض حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تجوید و قرأت میں بھی ایک سال مزید تکمیل کی۔ چنانچہ قاری صاحب نے سورہ اسراء کی ابتدائی آیات کو مختلف قرأتوں میں پڑھ کر سامعین کو مسرور کیا۔ تلاوت کلام کے بعد مولانا مفتی غلام محی الدین صاحب کا اسم گرامی پیش کیا گیا تاکہ نذرانہ عقیدت بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا جاسکے۔

نعت مبارک کے بعد ناظم جلسہ نے مقصد اجلاس کو چند منٹ میں پیش کیا، اس دوران اطلاع ملی کہ شدید برفباری اور موسم کی خرابی کی بنا پر دہلی ہوئی اڈہ سے تمام جہازوں کی سرینگر کے لئے پروازیں منسوخ کی گئیں جس کی بنا پر کتاب کا اجرا جو حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو سرینگر آ کر حج ہاؤس میں منعقد اس مبارک اجلاس میں کرنا تھا وہ ممکن نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت والا سے درخواست کی گئی کہ دہلی آئر پورٹ سے واپس روانہ ہونے سے قبل

اسی مقام سے اس کتاب کا اجرا فرمادیں۔ چنانچہ حضرت مہتمم صاحب نے اس درخواست کو قبول فرما کر اسی مقام پر کتاب کا اجرا کیا۔ خادم دارالعلوم رحیمیہ (راقم الحروف) کی طرف سے حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں موجود ہمارے رفیق و شفیق ساتھی مولانا محمود حسن صاحب راجستھانی رکن شوری دارالعلوم دیوبند ناظم جامعہ برکات الاسلام کھیروانے مذکورہ کتاب حضرت کو پیش کی اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے اس کا پہلا نسخہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیم پانڈو دامت برکاتہم کی خدمت میں اور دوسرا نسخہ مشہور فقیہ و مفتی استاد و محدث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحبزادہ عالی وقار حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب مرحوم و مغفور سابق معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند کو پیش فرمایا۔ اس خبر کو اجلاس میں نہایت مسرت سے سنا گیا اور یہاں اجلاس میں حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی نیابت میں راقم الحروف محمد رحمت اللہ خادم دارالعلوم رحیمیہ نے حاضرین کے سامنے کتاب کی رونمائی کی جس کو دارالعلوم رحیمیہ کے موقر استاد، دارالعلوم رحیمیہ کے شیخ الحدیث ثالث حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب نے عنایت فرمایا۔ اس طرح سے اس سرزمین جس کو دنیا والے فردوس برروئے زمیں کے لقب سے یاد کرتے ہیں میں فقہ و فتاویٰ کی تاریخ میں ایک باب کا مزید اضافہ ہوا۔

کتاب کے اجرا کے اس مبارک موقع پر جن حضرات نے اپنے

تاثرات کا اظہار کیا ان میں جموں و کشمیر کے رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کے صوبائی نائب صدر مولانا سید محمد اقبال صاحب اندرابی، دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار حضرت مولانا سید محمد ارشد ندوی بانی النور ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ ماگام ٹنگمرگ دھوبی وان، مسلم اوقاف ٹرسٹ بانڈی پورہ کے چیئرمین مولانا خورشید انور ندوی کے علاوہ اسلامیہ کالج کے سابق پروفیسر جامعہ مدینۃ العلوم کے سابق پرنسپل اور وقف بورڈ کے موقر ممبر پروفیسر سید محمد طیب کالمی شامل ہیں۔ مشہور عالم دین انجمن حمایت الاسلام کے مولانا شوکت حسین کینگ اور المحکمۃ الشرعیہ جموں کشمیر کے مفتی اعظم ناصر الاسلام صاحب اور دیگر حضرات نے تحریری اور فونوں کے پیغامات کے ذریعہ تاثرات کا اظہار کیا۔ اس موقر مجلس کا سب سے اہم اور کلیدی خطبہ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے شیخ الحدیث اور صدر مفتی مولانا مفتی نذیر احمد قاسمی صاحب نے پیش کیا جس میں کشمیر میں ابتدائے اسلام سے لیکر دور حاضر تک کے فقہ و فتاویٰ کی تاریخ نہایت جامع اور مختصر انداز میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ حاضر علمائے کرام کو موجودہ حالات میں حوصلہ بلند رکھتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں کو پوری محنت اور تندہی کے ساتھ انجام دینے کی تاکید بھی شامل تھی۔

عالمی وبا کرونا کی حفاظتی تدابیر کی رعایت کے ساتھ ساتھ اجلاس میں شرکاء کی تعداد بھی محدود رکھی گئی تھی پھر اسی رات اچانک شدید برفباری کی بنا پر چونکہ تمام راستے مسدود ہو گئے تھے نیز سردی کی شدت تھی لیکن علماء کرام کا یہ مجمع جس ذوق و شوق اور قربانی کے ساتھ شریک ہوا تھا اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت اور اس کی

طرف سے یہ توفیق ملنے پر اس کا شکر ادا کیا گیا۔ جبکہ بہت سے علماء کرام اپنے مقامات سے نکل کر درمیان راستے میں شدید برفباری کی بنا پر مسدود ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی بے پناہ درد کی بناء پر یہ امت وجود میں آئی اور ان کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گونا گوں قربانیوں کے نتیجے میں سرمایہ اسلام امت تک پہنچا اور تابعین، تبع تابعین، علماء و فقہاء اسلام کے جن مجاہدات کے ثمر میں یہ قیمتی سرمایہ ملت اسلامیہ کو نصیب ہوا، ان مسلسل احسانات کو یاد کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب کی خدمت میں سپاس و تشکر پیش کرتے ہوئے عالم اسلام اور وطن عزیز کشمیر پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول اور علوم اسلامیہ اور فقہ و فتاویٰ کی ان خدمات کے عند اللہ مقبول ہونے کی دعاؤں کے ساتھ یہ مبارک و مسعود اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کا یہ اجلاس تمام نظام کو مکمل کرتے ہوئے نماز ظہر کی اذان پر مکمل ہوا۔ اس کے بعد جملہ شرکاء نے اسی مقام پر نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ **فَالْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ۔** اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دربار عالی میں ان ساری کاوشوں کو قبول فرما کر عوام الناس کے لئے نافع اور اپنے دربار میں مقبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

کتاب کا پیش لفظ تعارف اور مقدمہ نیز کشمیر میں فقہ و فتاویٰ کی تاریخ دونوں مضامین النور کے اسی شمارے میں شریک اشاعت کئے جا رہے ہیں تفصیل وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر النور)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

پیش لفظ و تعارف فتاویٰ دارالعلوم رحیمیہ

از: محمد رحمت اللہ ناظم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب وامر عباده ان يستلوا اهل الذكر بقوله سبحانه وتعالى: "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" والصلاة والسلام على النبي الخاتم الاشراف الاكرم الذي قال: من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين. وعلى آله واصحابه واتباعه الذين قيل في شانهم: والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه. اما بعد:

خالق کائنات نے اپنے بندوں کے لئے ہدایت کا سامان یعنی آسمانی کتب عنایت فرما کر اپنے منتخب اور پاکباز بندوں کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا، اور اس سلسلہ کو خاتم النبیین سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بعثت کے ذریعہ مکمل طور پر ہم تک پہنچایا "اليوم اكملت لكم دينكم" کی نوید جانفزا، قیامت کی صبح تک آنے والی انسانیت کو سنائی اور اس پر "وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" ارشاد فرما کر اس دین مصطفویٰ کو اپنی نعمت اور "رَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا" کے مقدس ارشاد کے ذریعہ اس پر اپنی رضامندی اور پسندیدگی کی مہر ثبت فرمائی۔ پھر اس سلسلہ میں تمام انسانیت کو یہ ہدایت دیدی کہ اس کتاب شریف کا علم رکھنے والوں سے پوچھ پوچھ کر اپنی زندگی گذاری جائے

تاکہ دونوں جہاں میں مولائے کائنات کی رضامندی حاصل کی جائے۔

دوسری جانب ان حضرات کے لئے جو اپنی زندگی کو اس علم کے حصول کا مقصد بنا کر اس میں تفقہ پیدا کرنے کی کوشش کریں ان کے لئے ”مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا“ جیسا مژدہ خوشنوا سنادیا۔ اس لئے امت کے خواص حضرات دور نبوی علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات سے ہی اس مبارک علم کو اپنی زندگی کا مقصود بنانے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ قرب قیامت کے اس دور میں جب افراد کی جگہ اداروں نے لے لی تو یہ سلسلہ اسی انداز سے جاری رہا، ایسے ادارے وجود میں آئے جن کے قیام کا مقصد امت مسلمہ کی اس مبارک امانت کو امت تک پہنچانا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے مشہور و معروف بلکہ مقبول سلسلہ برصغیر میں اللہ پاک نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کو بنایا۔ جہاں ایک صدی سے زائد عرصہ سے امت مسلمہ کی رہبری کے لئے رجال سازی ہوتی رہی، ساتھ ہی ساتھ امت مسلمہ کے افراد کی براہ راست رہبری کے فرائض بھی زبانی اور تحریری طور پر انجام دئے جاتے ہیں۔ اس رہبری کا ایک تحریری مجموعہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کی وہ مرتب مدلل اور منظم جلدیں ہیں جو اب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر عالم اسلام کو فیضیاب کر چکی ہیں۔

مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے فرزندان ارجمندان اور اس سے منسلک اداروں نے بھی اپنی مادر علمی کی طرح دین متین کی اشاعت و حفاظت کے ساتھ

ساتھ رجال سازی اور امت مسلمہ کی دینی رہبری کے لئے مختلف قسم کے شعبے قائم کئے۔ اس طرح سے ان اداروں سے بہت سی جگہوں سے اسی انداز پر فقہی رہبری کے مجموعے فتاویٰ کے نام سے مرتب ہو کر شائع ہوئے۔

کشمیر جو کسی زمانہ میں ایک ملک ہوا کرتا تھا پھر ریاست بنی اور بعد میں تقسیم در تقسیم ہونے کے نتیجے میں اب سکڑ کر چھوٹا سا علاقہ رہ گیا ہے۔ ۱۸۱۹ء میں مسلمانوں کی سلطنت ختم ہو گئی، اس کے بعد تقریباً چھبیس سال تک سکھوں کی فرماں روائی رہی، کچھ عرصہ انگریزوں نے، اس کے بعد تقریباً ایک سو سال تک ڈوگرہ مہاراجے یہاں برسر اقتدار رہے اور ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے ساتھ ساتھ یہاں بھی حالات دگرگوں ہوئے اس لئے دینی ادارے بھی بہت ہی متاثر ہوئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کے بعض خدام اس عظیم مالک کی توفیق سے اسلام کی شمع کو اپنی قربانیوں سے روشن رکھنے کے لئے اس میں اپنے خون پسینہ کا تیل ڈالتے رہے انہوں نے علمی ادارے قائم رکھے۔ تا آں کہ چودھویں صدی کے اختتام پر یعنی شوال ۱۳۹۹ھ میں بانڈی پورہ کے زرخیز علمی علاقے میں اللہ پاک نے ایک چھوٹے سے مدرسہ کے قیام کی شکل پیدا فرمائی۔ جو اب چالیس سال کے بعد دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ ابتداء قیام سے ہی اس ادارے نے جہاں رجال کار اور افراد سازی کی کوشش کی وہیں پر دینی فقہی

خدمات کو بھی اپنا مشن بنایا چونکہ دور حاضر کے اکابر علماء و فقہاء، مشائخ عظام اس ادارے میں تشریف آور ہوتے رہے اس لئے یہاں پر ہونے والے ہر کام کی نگرانی فرماتے رہے اور ضروری مواقع پر اصلاح بھی فرماتے رہے۔

آج اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے یہ موقعہ نصیب ہوا کہ دارالعلوم رحیمیہ کے دارالافتاء سے صادر ہونے والے فتاویٰ کی پہلی جلد طباعت کے لئے تیار ہوگئی، جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک ذات کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اس پہلی جلد میں اب تک کے صادر کئے جانے والے فتاویٰ کا ایک بڑا حصہ حوالوں اور تخریج کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں جاری معمول کی طرح یہاں سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی نقل ادارے میں موجود رہتی ہے ان ہی نقول کو سامنے رکھ کر ترتیب فتاویٰ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ادارہ کے موجودہ نائب مفتی و ناظم محکمہ شرعیہ جناب مولانا مفتی محمد عظمت اللہ صاحب کا تذکرہ ضروری ہے کہ اصل میں ان ہی کی توجہ فکر مندی اور دلچسپی سے اس کام کی ابتدا ہوئی۔ انہوں نے کافی محنت و لگن کے ساتھ منتشر رجسٹروں کو جمع کیا بلکہ کتابت بھی اپنی نگرانی میں شروع کرادی۔ مدرسہ کے محدود وسائل خصوصاً افراد کی کمی کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ ان کے ساتھ اس کام میں مزید اساتذہ کرام کو شریک کیا گیا ان سب کی کوشش اور محنت سے دارالعلوم ہذا کے ابتداء قیام

سے لے کر اب تک دارالافتاء میں کام کرنے والے سارے آٹھ مفتیان کرام کے فتاویٰ اس جلد میں شامل کئے گئے۔ ان مفتیان کرام میں سے قدیم ترین مفتی مولانا مفتی نذیر احمد صاحب قاسمی موجودہ صدر مفتی دارالافتاء ادارہ ہذا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے، سب سے زیادہ فتاویٰ آپ کے ہیں۔ خوش قسمتی کی بات ہے کہ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند جو دارالعلوم رحیمیہ کے سرپرست رہے ان کی تشریف آوری کے موقعہ پر یہاں سے جاری ہونے والے فتاویٰ کو مولانا مفتی نذیر احمد صاحب قاسمی حضرت والا کو لفظ بلفظ سناتے اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مناسب اصلاح بھی فرماتے مشوروں اور رہبری سے بھی نوازتے۔ اس دور میں دارالعلوم رحیمیہ اپنے ابتدائی مراحل میں تھا اس لئے یہ فتاویٰ مختصر تعداد میں ہیں کیونکہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں کا آخری سفر 1989ء میں ہوا۔ تاہم ہمارے لئے یہ بڑی سعادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس دارالافتاء کو نصیب فرمائی۔ فالحمد لله علی ذالک۔

ہمیں یاد نہیں کہ کشمیر کی دو سو سالہ تازہ تاریخ میں کسی ادارے سے اس طرح کے فتاویٰ کا مجموعہ شائع ہونے کی نوبت آئی ہو جو کسی ادارے سے جاری ہوئے ہوں۔ اس لئے اللہ پاک کی اس توفیق پر جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ یہ

سارے کام تو فیتق الہی اور اس کی نصرت کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہمیں اس پر کوئی فخر ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی چیز اپنی نہیں ہے۔ تاہم باری تعالیٰ کے ارشاد عظیم: ”لئن شکرتم لازیدنکم“ کے پیش نظر اس مالک حقیقی کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جس نے ہم ناچیزوں کو یہ سعادت نصیب فرمائی۔
اللہم زد فزد۔

اسی طرح سے ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“ کے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے رجسٹروں سے فتاویٰ کو نقل کرنے کی کتابت پھر تصحیح خصوصاً تخریج اور تحقیق جیسے محنت طلب مراحل کو انجام دینے میں دن و رات دلچسپی کا مظاہرہ کیا خصوصاً مولانا مفتی عبدالکریم صاحب و مولانا مفتی مجیب الرحمان صاحب اساتذہ دارالعلوم رحیمیہ کا جنہوں نے کافی محنت اور لگن سے اس کام کو انجام دیا اور انہوں نے جن دیگر حضرات کا تعاون حاصل کیا مثلاً مفتی محمد رضوان صاحب، مفتی محمد سعید اللہ صاحب وغیرہ اساتذہ دارالعلوم رحیمیہ کا۔ کتابت اور سیٹنگ کا کام جناب بلال احمد صاحب اور مولانا مفتی ریاض احمد صاحب نے انجام دیا۔ پھر مفتی سجاد حسین صاحب استاد دارالعلوم کا جنہوں نے آخری ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فتاویٰ ہندیہ کی طرح راقم الحروف نے اس مجموعہ کا نام ”فتاویٰ کشمیر“ رکھنے کا ارادہ اپنے اکابر خصوصاً مخدومی حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند اور گرامی قدر و منزلت حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث و صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے سامنے ظاہر کیا۔ مگر ان حضرات نے ”فتاویٰ دارالعلوم رحیمیہ“ نام رکھنا زیادہ مناسب خیال فرمایا۔ ان حضرات کی رائے ہماری رائے پر مقدم ہے اس لئے اس سلسلہ کا نام ”فتاویٰ دارالعلوم رحیمیہ کشمیر“ طے پایا۔ ترتیب فتاویٰ کا پہلا حصہ زیر کار تھا تو برادر گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری (جن کو اللہ پاک نے دور حاضر میں فقہی میدان میں عظمت کا نمایاں مقام عطا فرمایا ہے) نے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ زبانی بھی اور تحریری طور پر بھی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کے قیمتی تبصروں کو شامل اشاعت کیا گیا۔ لہذا ان کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلہ کو امت مسلمہ کے لئے نفع کا ذریعہ فرما کر اپنے دربار عالی میں قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

وانا العبد الاواہ الی عفو اللہ

محمد رحمت اللہ عنہ و عافاہ

خادم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

۶ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ

کشمیر میں فقہ و فتاویٰ کی تاریخ

از حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب قاسمی

شیخ الحدیث و صدر مفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ

کشمیر میں اسلام کا نور برصغیر کے دوسرے خطوں کی بہ نسبت کئی صدیوں کی تاخیر کے ساتھ پہنچا ہے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تاریخ کشمیر کے وہ حقائق جو کشمیر میں ورود اسلام سے متعلق ہیں ان میں اس طرح کے واضح قرائن اور اشارات ملتے ہیں کہ بہت پہلے سے بے شمار مسلمان بغرض تجارت یا بقصد سیاحت کشمیر میں آتے رہے ہیں۔ مگر باقاعدہ دین حق کی دعوت لے کر جو شخصیت سب سے پہلے کشمیر میں وارد ہوئی وہ حضرت سید شرف الدین عبدالرحمن بلبل رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات تھی۔ موصوف کی دعوت اور اخلاص و للہیت کے ساتھ ان کے وعظ و ارشاد سے کشمیر کے اس وقت کا حکمران جو بدھ مت کا پیروکار تھا کو اسلام قبول کرنے کی نعت ملی۔ یقیناً یہ فضل الہی بھی تھا اور دعوت کا ثمرہ بھی۔ اس میں نہ کوئی جبر و تشدد ممکن تھا اور نہ کوئی طمع و لالچ۔ بہر حال بدھ مذہب کا پیروکار اس وقت کا حکمران جس کا نام رگیال بودرتیجن تھا نے اسلام قبول کیا تو اس کا نام صدر الدین رکھا گیا۔ یہ کشمیر میں قبول اسلام کا پہلا یقینی اور مستند واقعہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بلبل چونکہ حنفی المسلمک تھے اس لئے ان کی دعوت پر اس کے بعد جو جو شخص بھی مسلمان ہوتا گیا وہ اسی سلسلہ سے مسلک حق سے وابستہ

ہوتا گیا۔ اس طرح کشمیر پہلے دن سے عقائد کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت اور فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفیت پر مستحکم ہوا۔ مشیت الہی سے عبدالرحمن بلبل اور صدر الدین دونوں بہت جلد تین چار سال کے عرصہ میں دارالبقاء کی طرف رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد دین حق پھیلنے کا یہ عظیم اور وسیع کام رک گیا۔ اور انتظامی و سیاسی اعتبار سے بھی شدید انتشار پیدا ہوا۔ تاہم شمس الدین شاہ میر نے اپنی حکومت قائم کرنے میں جب کامیابی حاصل کی اور اس نے شاہ میری ملوک کی حکمرانی کی داغ بیل ڈالی تو تقریباً اس کے پچاس سال کے بعد حضرت میر سید علی ہمدانی کی آمد ہوئی۔ اس وقت کشمیر میں شاہ میری خاندان کا بادشاہ قطب الدین حکمران تھا۔ حضرت شاہ ہمدان کی آمد پر اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا وہ نورانی سلسلہ پھر شروع ہوا۔ چنانچہ حضرت شاہ ہمدان کشمیر کے جس جس خطہ میں پہنچے کفر کا اندھیرا کافور ہوتا گیا اور اسلام کا نور پھیلتا گیا۔ موصوف اپنے ساتھ علماء فقہاء، صلحاء اور اہل صنعت کی ایک بڑی جمعیت لے کر آئے تھے۔ ان کی آمد سے یہاں ان کے توسط سے اسلام مستحکم ہوتا گیا۔ ان داعیان اسلام کی اکثریت سادات کرام کی تھی اور یہ سب علم و عمل، زہد و تقویٰ اور اخلاق و رشد سے مزین تھے۔

حضرت شاہ ہمدان نے دیکھا کہ یہاں اسلام ہم سے پہلے ایک حنفی المسلمک اہل اللہ کے توسط سے آیا ہے۔ اس لئے وہ خود اگرچہ شافعی تھے مگر انہوں نے اپنی مومنانہ بصیرت اور داعیانہ حکمت سے مسلکی مسائل سے مکمل طور پر اجتناب کر کے صرف دعوت اسلام کا کام انجام دیا، چنانچہ جو جو شخص اسلام قبول کرتا گیا، وہ

حنفی مسلک سے وابستہ ہوتا گیا۔ اس لئے یہ کہنا یقیناً حق ہے کہ کشمیر میں حنفیت کی تخم ریزی ایک حنفی بزرگ کے ذریعہ ہوئی اور اس کی توسیع، استحکام اور اشاعت ایک شافعی المسلک شخصیت کے توسط سے ہوئی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل کشمیر عقائد میں اہل السنّت والجماعت، عبادات، معاملات، عائلی مسائل اور فی الجملہ تمام عملی امور دینیہ میں حنفی مسلک کے پیروکار بن گئے۔ یقیناً اس میں حضرت شاہ ہمدانؒ کی حکمت، بصیرت اور دین کے حقیقی فہم کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے قولاً یا فعلاً اپنے شافعی المسلک ہونے کا نہ اعلان کیا نہ اس کی طرف دعوت دی۔ چنانچہ اپنی تمام تالیفات جو کثیر تعداد میں ہیں ان میں کہیں بھی مسلکی اختلاف کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ وہ خود اگرچہ شافعی مسلک پر عمل پیرا تھے مگر وہ اپنے عمل میں اس طرح انخفاء برتتے تھے کہ کسی کو ان کے شافعی المسلک ہونے اور ان سے پہلے آنے والے بزرگ کے حنفی المسلک ہونے کی بناء پر کسی تضاد یا انتشار کا احساس بھی نہیں ہونے پایا۔

غرض کہ حضرت شاہ ہمدانؒ اور ان کے رفقاء کار کی سعی اور محنت اور اللہ کے فضل اور عنایت سے وادی کشمیر کا پورا خطہ اسلام کے نور سے منور اور یہاں کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔ ان کی آمد سے پہلے ہی فقہ و فتاویٰ کا سلسلہ یہاں شروع ہو چکا تھا اگرچہ اس وقت یہاں کا دین ایمانی و عملی دونوں اعتبار سے کمزور تھا اور یہاں کے مسلمان جو تعداد میں بہت قلیل تھے ان میں بھی طرح طرح کی دینی کمزوریاں تھیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ شاہ ہمدان کی کشمیر آمد سے پہلے ایک صاحب علم شخصیت

جو فقہ اور حدیث کے شناور تھے یعنی حضرت ملا احمد علامہ جو عبد الرحمن بلبل کے بعد کشمیر تشریف لائے تھے اور وہ زمانہ سلطان شہاب الدین کے عہد کا تھا۔ انہوں نے اس وقت کے اسی حکمران کے عہد میں یہاں دینی و علمی سربراہی بھی فرمائی اور فقہ و فتاویٰ میں رہنمائی کا سلسلہ شروع کیا۔ شہاب الدین، سلطان شمس الدین کا پوتا اور علاء الدین کا بیٹا تھا۔ اس حکمران کے عہد میں علامہ احمد جو خود بھی حنفی تھے اور فقہ حنفی کے وسیع النظر اور صاحب بصیرت عالم بھی تھے۔ انہوں نے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب فرمایا اور اس وقت کے حکمران شہاب الدین کے نام پر ”الفتاویٰ الشہابیہ“ نام رکھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے فتاویٰ تاتارخانیہ کہ جس کے مرتب علامہ فرید الدین دہلویؒ تھے مگر انہوں نے ایک گورنر کے نام پر اپنے فتاویٰ کو موسوم کرتے ہوئے تاتارخانیہ نام رکھا۔

کشمیر میں فتاویٰ شہابیہ کے نام سے جو یہ مجموعہ مرتب ہوا اس کو مورخین نے کشمیر میں اسلامی قانون کا پہلا مجموعہ قرار دیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ علامہ احمد، کشمیر میں پہلے شیخ الاسلام قرار دئے جاسکتے ہیں، شہاب الدین کے بعد اس کا بھائی قطب الدین حکمران بنا اور انہی کے عہد حکومت میں حضرت شاہ ہمدان کشمیر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ علماء و فقہاء کی ایک پوری جماعت تھی۔ اس لئے یہاں اسلام قبول کرنے کے ساتھ عقائد میں اصلاح، عبادات میں بھی استحکام اور معاملات میں دینی رہنمائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر چونکہ دینی کتب موجود نہیں تھیں اور فتاویٰ شہابیہ صرف مخطوطہ تھی اس لئے یہ سارا سلسلہ زبانی اور عملی چلتا رہا۔ اس دور میں کشمیر کے

اندر فقہ و فتاویٰ کی کتب ناپید تھیں اس لئے صرف فتاویٰ شہابیہ جو مخطوطہ تھا سے عوام کی ضرورت پورا ہونا مشکل تھا مگر شاہمدان کے ساتھ آنے والے اہل علم اور فقہ و فتاویٰ، اصلاح و ارشاد کے حاملین جو تمام کے تمام خفی تھے وہ پوری رہنمائی کا کام کرتے تھے اس کے بعد سلطان سکندر کا زمانہ آیا تو جیسے اسلام کے دوسرے شعبوں میں مزید استحکام پیدا ہوا اسی طرح باقاعدہ شیخ الاسلام کا عہدہ قائم کیا گیا۔ عالمی زندگی میں نکاح، نفقہ و طلاق کے معاملات میں اصلاح کا کام وسیع پیمانہ پر ہوا، تقسیم میراث کے سلسلے میں رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔ مگر اس سلسلے میں کسی کتاب کے فقدان کی بنا پر اصحاب علم بھی بے بس تھے چنانچہ اسی دور میں سید احمد کرمانی جو خراسان سے تشریف لائے تھے اور یہاں کشمیر میں ہی مستقل قیام پذیر تھے انہوں نے تنویر السراج جو دراصل سراجی فی المیراث کی شرح ہے لکھی۔ یقیناً یہ برصغیر میں سراجی کی پہلی شرح جو ابھی تک مخطوطہ ہے۔

اس کے بعد کشمیر میں مدارس اسلامیہ کے قیام کا عظیم سلسلہ شروع ہوا اور اصلاح و ارشاد کے لئے خانقاہوں کا قیام بھی ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہاں کے اہل طلب دوسرے مقامات پر حصول علم کے لئے سفر کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں شیخ یعقوب صرنی جو حضرت مجدد الف ثانی کے اساتذہ میں سے ہیں اور بابا داود خاکی جو کشمیر میں اپنی فقہی وسعت نظر اور بصیرت کی بنا پر ابوحنیفہ ثانی کہلاتے تھے جیسی شخصیات منصفہ شہود پر آئیں۔ نیز محدث شمس الدین پال، خواجہ شنگرف صاحب، محدث جوہر ناتھ، ملا حاجی کشمیری اور بابا داود مشکوتی وغیرہ شخصیات اسی عہد زریں کی

پیداوار ہیں، ان میں سے کچھ علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری اور کچھ شیخ عبدالحق دہلوی کے شاگرد رہے۔

اس کے بعد مغلیہ عہد میں جب کشمیر پہلی دفعہ ہندوستان کا ایک صوبہ بنا تو الفتاویٰ النقشبندیہ یہاں لکھی گئی۔ اس کے مؤلف اس وقت کے عظیم مفتی حضرت مولانا معین الدین نقشبندی تھے اس مجموعہ فتاویٰ کے لئے پانچ ارباب فقہ و فتاویٰ کی انجمن قائم کی گئی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- (۱) ملا محمد طاہر، انہوں نے کتاب الصلوٰۃ سے کتاب البیوع تک کے مسائل مرتب فرمائے۔
- (۲) مولانا مفتی ابوالفتح کلو، جو اس عہد میں یہاں کے وسیع النظر اور بہت مستند و معتمد مفتی تھے۔
- (۳) مولانا محمد یوسف جو بہت وسیع المطالعہ اور خفی مسلک کے مراجع پر دسترس رکھتے تھے۔
- (۴) مولانا غلام نبی اور (۵) مفتی شیخ احمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ان حضرات نے جن اہم کتب فتاویٰ کو پیش نظر رکھا ان کی کچھ فہرست یہ ہے:

خزانۃ المفتیین، کتاب الخلاصہ (خلاصۃ الفتاویٰ)، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ اشتروشنی، قاضی خان، منیۃ المصلی، فتاویٰ الحمادیہ، خزانۃ الروایات، فتاویٰ ابراہیم شاہیہ، جامع الرموز، تحفۃ الفقہاء، دستور القضاء، حسب المفتی، ہدایہ، کافیہ، غنیۃ، شرح وقایہ، فتاویٰ تاتارخانیہ وغیرہ۔

اس عہد کے بعد یہاں کے مفتی جو ابوالوفاء کے نام مشہور تھے نے فقہ حنفی کے مسائل پر اصول و فروع پر مشتمل مجموعہ کتاب الفقہ نام کی کتاب مرتب فرمائی جو سرینگر کی ریسرچ لائبریری میں مخطوطہ کی شکل میں ہے۔

ایک اور مشہور بزرگ اور نہایت راسخ علم شخصیت شیخ یحییٰ ابن معین الدین رفیقی گذرے ہیں، انہوں نے امام محمد کی کتاب ”الجامع الصغیر“ پر اور علامہ ابن نجیم کی شہرہ آفاق کتاب ”الاشباہ والنظائر“ پر تعلیقات و حواشی لکھے، جس سے اس عہد کے عام علماء اور خطباء مستفید ہوئے تھے۔ اسی عہد میں جو کہ ہندوستان میں مغل فرماں روا اکبر بادشاہ کا زمانہ ہے کشمیر میں شیخ یعقوب ابن حسن صرنی اور شیخ بابا داؤد خاکی اہم ترین شخصیات تھیں۔ شیخ یعقوب صرنی قرآن کریم کے حافظ تھے صرف نحو فقہ اور عربی و فارسی زبان یہاں کشمیر میں مولانا رضی الدین سے پڑھ کر پھر سمرقند بخارا اور وسط ایشیا کے دیگر علمی مراکز کا سفر کیا۔ وہاں کی علمی شخصیات سے حدیث اور فقہ میں کامل درک پیدا کیا۔ اور پھر واپس کشمیر آئے یہاں کچھ عرصے اشاعت علم کا کام کیا اور پھر یہاں سے حرمین کا سفر کیا اور وہاں کی اس وقت کی عظیم شخصیت علامہ ابن حجر مکی سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اس کے بعد جب واپس تشریف لائے تو یہاں آ کر درس و تدریس افتاء و اصلاح اور وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا، آپ سے فیض پانے والوں میں حضرت مجدد الف ثانی جیسی شخصیت بھی ہے۔ آپ نے صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی۔ جو غالباً برصغیر کی پہلی شرح ہے۔ یہ نایاب ہے اور مخطوطہ ہے۔ مغازی پر بھی کتاب لکھی اور معاملات جن میں عائلی امور اور مالیات کے مسائل ان

کے متعلق رسالۃ المعاملات لکھی مناسک حج کے متعلق بھی کتاب لکھی، اصول فقہ کی شہرہ آفاق کتاب توضیح تلوخ پر عالمانہ حواشی لکھے۔ یہ اپنے عہد میں عوام کے ساتھ یہاں کے علماء کے بھی مرجع تھے اور کسی بھی اہم معاملے میں فتاویٰ کی آخری سند آپ کی ذات تھی۔ ان کی وفات ۱۰۸۷ھ میں ہوئی۔

اسی عہد کی دوسری اہم شخصیت بابا داؤد خاکی کی تھی یہ اپنے عہد کے شیخ الاسلام قاضی القضاة اور فقہی امور میں مرجع تھے یہاں کے لوگ شدت عقیدت اور ان کی عظمت شان کی بنا پر ان کو ابوحنیفہ ثانی کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

نزهة الخواطر کی تصریح کے مطابق مولانا مفتی ابوالحسن کشمیری فقہ حنفی پر وسیع دسترس رکھنے، جزئیات کا استحضار رکھنے میں بے مثال تھے، مسائل فقہیہ کا جواب عموماً زبانی دیا کرتے تھے اور وہی ان کا فتویٰ ہوتا تھا، حدائق حنفیہ میں ہے کہ وہ تفسیر بیضاوی کا درس بھی زبانی دیتے تھے۔ یہ بھی اسی عہد کی عظیم شخصیت تھی۔

مفتی ابوالفتح جو اپنے نام سے حنفی لکھتے تھے اور کلو کے نام سے مشہور تھے معقولات و منقولات میں وسیع نظر رکھتے تھے فقہ پر عبور تھا، مسائل بیان کرنے میں بے باک تھے۔ اس لئے کشمیر میں فتویٰ دینے پر مامور کئے گئے تھے۔ ۱۰۲۰ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔

مفتی ابوالوفاء کشمیر کے فقہاء میں اور اپنے عہد کے ارباب افتاء میں اہم ترین بلکہ سب سے برتر مقام کے حامل تھے۔ اصول اور کلیات پر وسیع نظر تھی اس لئے جزئیات کے استخراج میں بڑی مہارت تھی، ان کے حوالے عہدہ افتاء و عہدہ

قضاء دونوں کئے گئے تھے۔ پھر جو معاملات افتاء سے متعلق ہوتے اس میں فتویٰ لکھتے اور جو قضاء سے متعلق ہوتے اس میں باقاعدہ قضاء کا مکمل طریق کار اختیار کرتے۔ فقہ میں ان کی تصنیف چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۱۷۱۱ء میں ان کی وفات ہوئی۔

مولانا مفتی محمد امان اللہ یہ علم و فضل میں یگانہ تھے۔ کبار علماء میں سے نہیں بلکہ ان کے سرتاج تھے، کشمیر میں طویل عرصہ تک درس و عطا، اصلاح و ارشاد اور فتاویٰ کا کام کرتے رہے۔ پھر یہاں سے دہلی گئے اور وہاں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے گئے۔ ۱۱۵۱ھ میں پانی پت میں نادر شاہ کی جنگ میں شہید کر دئے گئے۔ حدائق حنفیہ اور نزہۃ النواطر میں یہی تفصیل مذکور ہے۔

قاضی حیدر کشمیری یہ کشمیر کے عظیم مفتی اور قاضی رہے ہیں۔ عہد عالمگیری میں انہوں نے کشمیر کے اس وقت کے علماء جن میں خاص طور سے محدث عبدالرشید مشہور تھے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ پھر یہاں عرصہ تک قضاء و افتاء کے ساتھ دین کے دوسرے شعبوں میں خدمات انجام دیں۔ پھر یہاں سے دہلی گئے حضرت اورنگ زیبؒ کا قرب حاصل ہوا۔ ان کی فقہی بصیرت اور وسعت نظر کی بنا پر اورنگ زیب نے ان کو قاضی خان کا خطاب دیا۔ ۱۱۰۷ھ میں دہلی میں قاضی مقرر ہوئے۔ بعض مورخین کی رائے کے مطابق فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں یہ بھی شریک یا مشیر کاررہے ہیں۔ ۱۱۲۱ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی میت کشمیر میں لا کر دفن کی گئی۔

اسی سے متصل زمانے میں شیخ رحمت اللہ اور قاضی عبدالکریم بھی تھے یہ

دونوں کشمیر کے ممتاز علماء اور یہاں کے ارباب افتاء میں سے تھے، بارہویں صدی کے ربع اخیر میں ان حضرات کی خدمات جو افتاء قضاء، وعظ و ارشاد کے میدانوں میں پھیلی ہوئی ہے سے کشمیر فیضیاب ہوا۔ اسی عہد میں مولانا عبید اللہ کشمیری بھی تھے ان کے اسلاف ترکستان سے کشمیر آئے اور یہیں آباد ہوئے۔ انہوں نے حضرت ملا محسن اور شیخ مفتی امان اللہ شہید سے علوم حاصل کئے، پھر عہدہ افتاء پر مامور کئے گئے۔ مغل فرماں روا فرخ سیر کے زمانے میں فتاویٰ عالمگیری کے فارسی ترجمہ کا کام ان سے متعلق ہوا۔ مگر وہ تشنہ تکمیل رہا۔ ۱۱۱۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

شیخ عنایت اللہ ابن شکر اللہ کشمیری یہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ممتاز صاحب علم تھے۔ کشمیر میں علوم کی تحصیل کے بعد یہ دہلی گئے، سلطان کے مقربین میں شامل ہوئے بلکہ اورنگ زیب کی دختر نیک اختر زیب النساء نے ان سے قرآن کریم بھی حفظ کیا انہوں نے سلطان کے احکام جو زیادہ تر انتظامی اور سیاسی نوعیت کے تھے مگر ایک خدا ترس، رعایا پرور، اور عادل حکمران کے احکام کے حیثیت سے وہ قابل یادگار ہیں ان احکام کو ”احکام عالمگیری“ کے نام سے مرتب فرمایا۔ ۱۱۳۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

بارہویں صدی میں کشمیر کے ممتاز مفتی شیخ محمد شرف ابن محمد طیب حنفی تھے۔ یہ فقہ اصول فقہ اور ادب کے نامور علماء میں سے تھے فتاویٰ و مناظرہ میں ممتاز تھے۔ دونوں میدانوں میں خدمات انجام دیں۔

اسی عہد میں قاضی مفتی مراد الدین کشمیری بھی تھے۔ نزہۃ النواطر کی

صراحت کے مطابق یہ فقہ و اصول فقہ اور دیگر دینی علوم میں نامور تھے۔ کشمیر میں تحصیل علم کے بعد دہلی گئے تو شاہ عالم نے ان کو قاضی بنایا، عہدہ قضاء کے ساتھ یہ فتویٰ کا کام بھی کرتے تھے۔ پھر ان کو لشکر میں کچھ عرصہ کے لئے افتاء کا کام سونپا گیا۔ اخیر میں ان کو اس وقت کے پورے ہندوستان کے لئے قاضی القضاة بنایا گیا۔ وفات ۱۱۶۰ھ میں ہوئی ہے۔

مولانا نور اللہ کشمیری حدائق حنفیہ کی بیان کردہ تصریح کے مطابق اور تاریخ کشمیر کے بیان کے مطابق یہ بابا پتلو کے نام سے مشہور ہے، یہ اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے تھے دہلی میں شیخ حسام الدین، قاضی مبارک اور اس وقت کے دیگر علماء میں سے علوم دینیہ خصوصاً فقہ و فتویٰ میں رسوخ حاصل کیا۔ پھر کشمیر لوٹ آئے اور یہاں درس و تدریس کے ساتھ فتاویٰ کا کام بھی کیا۔ ۱۱۹۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ قاضی ابوالقاسم کشمیری۔ یہ عظیم فقیہ تھے فروعی مسائل اور جزئیات پر وسیع نظر تھی۔ اس لئے عوام میں نہایت معتمد علیہ تھے۔ کشمیر میں قاضی اور مفتی بن کر عرصہ تک خدمات انجام دیں۔ اختلافی مسائل خصوصاً اور فقہی امور میں ان کی رائے حتمی ہوتی تھی۔

علامہ داؤد مشکوٹی۔ یہ اپنے عہد کے کشمیر کے ان علماء میں سے تھے جو حدیث و فقہ میں مرجع تھے۔ یہ گیارہویں صدی کے اخیر اور بارہویں صدی کے آغاز میں خدمات انجام دینے والے بزرگوں میں سے تھے یہ چونکہ مشکوٰۃ شریف کے

حافظ تھے اس لئے ان کو مشکوٹی کہتے ہیں۔ عوام ان سے مسائل سیکھتے اور علماء و ائمہ ان سے حدیث و فقہ کا درس لیتے۔ کشمیر میں وفات ہوئی اور سرینگر میں مدفون ہوئے۔ مفتی عبدالنبی ابن یوسف حنفی۔ نزہۃ الخواطر میں ہے کہ یہ فقہ حنفی کے بڑے فقیہ تھے مسائل فرعیہ میں خود اجتہاد کرتے تھے جزئیات کے استخراج کرنے میں کمال تھا۔ اپنے زمانے میں افتاء کے کام میں یکتا تھے۔

مفتی محمد حسین کشمیری۔ یہ اپنے عہد میں یہاں کشمیر میں جید اور ممتاز علماء میں سے تھے۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد یہاں سے ہجرت فرمائی۔ اور بہار کے مشہور شہر پٹنہ جو اس وقت عظیم آباد کہلاتا تھا۔ وہاں مفتی کی حیثیت سے قیام پذیر رہے۔ وہی بقیہ عمر صرف کی، یہاں تک کہ وہی وفات ہوئی۔

کشمیر میں افتاء اور قضاء کا ایک اہم ترین سلسلہ قاضی ابراہیم سے شروع ہوا اور ان کے خاندان کے اہل علم میں عرصہ تک یہ اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا رہا یہاں تک اس سلسلے کے آخری عظیم قاضی قاضی موسیٰ شہید تھے۔ ان کے شہید ہونے کے بعد ان کے صاحب زادے محمد صالح قاضی اور مفتی بنائے گئے۔

مفتی سعادت حسن کشمیر کے ان مفتیوں میں سے تھے جو یہاں کے عرف، یہاں کے عوامی مزاج اور زبان کے محاورات پر وسیع نظر رکھتے تھے اس لئے دیہاتوں میں آباد مسلمانوں کی روزمرہ گفتگو اور وہاں محاوراتی زبان میں جو مسائل فقہیہ پیش آتے تھے ان کو احتیاط سے اور دین کی اساسی تعلیمات کو محفوظ رکھتے ہوئے

عوام کی سہولت کو ملحوظ رکھ کر فتاویٰ کا کام کرتے تھے۔ اس عہد کے عام علماء مساجد کے ائمہ اور خانقاہوں کے پیر زادگان فتاویٰ میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔ اور یہ مرجع تھے۔

مولانا کریم اللہ کشمیری کے متعلق الثقافتہ الاسلامیہ فی الہند میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت شاہ اسمعیل شہید اور حضرت مولانا عبدالحی بڈھانوی کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا۔

مفتی صدر الدین آزر دہ جو اصلاً کشمیری خاندان کے فرد فرید تھے۔ اور دہلی میں ہی ان کا تولد بھی ہوا اور وہیں علوم بھی حاصل کئے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ عبد القادر اور فضل امام خیر آبادی وغیرہ سے علوم حاصل کئے۔ اور یہ اس عہد میں دہلی میں قاضی اور مفتی تھے جب ہمارے اکابرین میں سے حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حضرت مولانا مظہر نانوتوی وغیرہ دہلی میں بغرض حصول علم مقیم تھے اور مفتی صدر الدین سے افادہ و استفادہ کا سلسلہ بھی قائم تھا بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سرسید احمد خان نے بھی ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی مشہور کتاب آثار الصنادید میں لکھا ہے۔

مفتی صدر الدین نے ایک رسالہ الدر المنصود فی حکم امرأة زوج المفقود کے نام سے لکھا جس میں اس مسئلے میں امام اعظمؒ کے مسلک کو مدلل و مبرہن کر کے پیش فرمایا۔ یہ رسالہ مولانا محمد قاسم شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے، تاریخ کشمیر کے عظیم محقق ڈاکٹر محمد فاروق بخاری مرحوم کی تلاش کے نتیجے میں ریسرچ لائبریری سرینگر

میں پایا گیا۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے۔

مفتی صدر الدین کا ایک اہم ترین رسالہ منتهی المقال فی مسئلۃ شد الرحال پر ہے اس عنوان سے ہی اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا موضوع کیا ہے۔ یہ دراصل اس نقطہ نظر کا کامیاب عملی رد ہے جس کے حاملین روضہ اقدس کی زیارت کی نیت مدینہ جانے کو غلط قرار دیتے ہیں۔

کشمیر کی اسلامی تاریخ میں ارباب افتاء و قضاء کا یہ سرسری تذکرہ ہے جس میں ممکن ہے کہ بہت سی شخصیات کا تذکرہ شامل نہ ہو پایا ہوتا ہم یہ اس موضوع پر تفصیلی و تحقیقی کام کے لئے ایک اثاث بن سکتا ہے۔ اس کے بعد علماء دیوبند کا دور شروع ہوتا ہے۔

کشمیر کی علمی تاریخ کی عظیم شخصیات میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کا مقام کیا ہے۔ اس سے پورا عالم واقف ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فراغت علمی کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں گزارا پھر واپس کشمیر تشریف لا کر مدرسہ فیض عام بارہمولہ کی بنیاد ڈالی۔ چند سال یہاں قیام پذیر رہنے کے بعد واپس دیوبند تشریف لے گئے اور پھر علوم اور فنون کا وہ ابرکرم وہیں کی زرخیز و عطر بیز سرزمین پر برستار رہا جس سے کیسے کیسے گل و لالہ وجود میں آئے۔ یہ اہل حق کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب اس دوران بارہا کشمیر تشریف لاتے رہے اور یہاں کے اہل علم، ارباب فتویٰ ان سے طرح طرح کی رہنمائی لیتے رہے

، چنانچہ جب بھی حضرت کی تشریف آوری یہاں ہوئی یا فیض عام کے قیام کے زمانے میں حضرت نے بیٹا فتاویٰ زبانی اور کچھ تحریری جاری فرمائے، چنانچہ ایک فتویٰ جو الانصاف فی مسئلۃ الطلاق غیر المضاف کے عنوان سے فتویٰ دارالعلوم قدیم اور جواہر الفقہ میں شامل ہے حضرت کشمیری کا لکھا ہوا وہ فتویٰ ہے جو یہاں کشمیر میں ہی لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے فتاویٰ کی نسبت علامہ انور شاہ کشمیری کی طرف یہاں کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں سے بہت ساری شخصیات کشمیر میں آئیں اور انہوں نے یہاں فقہ و فتاویٰ کا کام اصلاح و ارشاد کی محنت جاری رکھی۔ ان میں چند شخصیات بہت ممتاز اور مشہور ہیں:

کشمیر کے ماضی قریب کے اہل افتاء میں چند حضرات یہ ہیں: شہر سرنیگر میں میر واعظ مولانا محمد یوسف تلمیذ مولانا انور شاہ اور مفتی قوام الدین، علاقہ زینہ گیر میں مفتی اسد اللہ نازکی جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے تلمیذ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے رفیق درس تھے۔ بڈگام میں مولانا محمد یوسف وترہیلی تلمیذ علامہ کشمیری، بانڈی پورہ میں مولانا مفتی عبدالقدوس تلمیذ علامہ کشمیری، سوپور میں مفتی غلام حسن مرحوم وغیرہ شخصیات تھیں۔ اور ان شخصیات کے بعد کے عہد میں سرنیگر شہر میں مولانا محمد قاسم شاہ بخاری، مفتی بشیر الدین فاروقی صاحب، مفتی جلال الدین صاحب، کپواڑہ میں مفتی جمال الدین قاسمی، یہاں کے معروف اصحاب فتویٰ ہیں۔ سرنیگر میں مفتی محمد قوام الدین کا قائم کردہ دارالافتاء ایک رجسٹرڈ

ادارہ ہے۔ جو آج بھی ماشاء اللہ قائم ہے جس کی سربراہی مرحوم مفتی محمد بشیر الدین فاروقی صاحب کرتے رہے، موصوف نے رد عیسائیت اور رد مرزائیت دونوں کے متعلق یہاں کے فکر مند اہل حق و اہل علم حضرات کو خود تعاون بھی دیا اور فتاویٰ بھی لکھے۔ جس کے واضح اثرات و ثمرات سامنے آئے۔

اب آج کے موجودہ عہد میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج کے دیگر مستند مدارس سے فیض یافتہ اہل افتاء یہاں کے مشکل ترین حالات میں اپنے اکابر کے نہج پر یہاں کے ماحول، یہاں کے نزاکتوں اور تقاضوں نیز یہاں کے عرف و احوال کے مطابق افتاء کا کام اللہ کے فضل و احسان اور اساتذہ و اکابر کی توجہات اور دعاؤں سے انجام دے رہے ہیں۔

اکثر بڑے مدارس میں اپنے اکابر حضرت گنگوہی سے لے کر حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی تک کی شخصیات کے فتاویٰ کے مجموعہ موجود ہیں۔ اور آج کے شائع ہونے والے فقہ و فتاویٰ کے مجموعہ بھی اکثر دارالافتاء اپنے پاس اہتمام سے رکھتے ہیں اور ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ حزم و احتیاط کے ساتھ گرد و پیش کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے اور اپنے اسلاف کے مزاج و منہاج کے مطابق مصروف عمل رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل، اساتذہ و مربیان کی توجہات اور دعاؤں کے بغیر ممکن نہیں۔

دارالعلوم رحیمیہ سے صادر ہونے والے فتاویٰ کا یہ مختصر، منتخب مجموعہ الحمد للہ

اس وقت پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ اللہ کا فضل خاص ادارے کے انتظامیہ کے روح رواں حضرت ناظم صاحب کی مساعی کا ثمرہ شیرین ہے۔

یہاں کے دارالافتا سے شائع ہونے والے ابتدائی فتاویٰ جامع شریعت و طریقت مفتی اعظم وقت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی نگاہوں سے اور آپ کی سماعت سے بھی گزرے ہیں جب دارالعلوم رحیمیہ میں دارالافتاء قائم ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے اور حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کا پہلا سفر آپ کے خادم خاص حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کی رفاقت و معیت میں ہوا تھا۔ تو اس وقت تک لکھے گئے فتاویٰ حضرت والا کی خدمت اقدس میں پیش بھی کئے گئے اور سنائے بھی گئے۔ الحمد للہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اس وقت اپنی قیمتی نصائح اور فتاویٰ کے متعلق اہم اصول اور تجربات اور فتاویٰ میں کس کس نوع کی احتیاط برتنے کا اہتمام ہونا چاہیے اس طرح کے قیمتی ارشادات کے ساتھ اپنی دعاؤں سے ادارہ اور افراد کو نوازا تھا۔

دارالعلوم رحیمیہ کے دارالافتاء میں متعدد حضرات نے جو فتاویٰ نویسی جو کام کیا، اس کے منتخب مجموعے کی اشاعت پر اللہ سے دعا ہے کہ اس کو قبولیت سے نوازے، عوام کے لئے نافع بنائے اور آئندہ کے کام کے لئے یہ محنت حسن ابتدا ثابت ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

اسباق تفسیر

قومیت اور اجتماعیت کے لئے قرآنی تعلیم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف و مسائل

قومیتوں کی تقسیم

عبدالکریم شہرستانی کی ”ملل و نحل“ میں ہے کہ شروع میں جب تک انسانی آبادی زیادہ نہیں تھی تو دنیا کے چار سمتوں کے اعتبار سے چار قومیں بن گئیں۔ مشرقی، مغربی، جنوبی، شمالی۔ ان میں سے ہر ایک سمت کے لوگ اپنے آپ کو ایک قوم اور دوسروں کو دوسری قوم سمجھنے لگے اور اسی بنیاد پر تعاون و تناصراً قائم کر لیا۔ اس کے بعد جب آبادی زیادہ پھیلی تو ہر سمت کے لوگوں میں نسبی اور خاندانی بنیادوں پر قومیت اور اجتماعیت کا تصور ایک اصول بن گیا۔ عرب کا سارا نظام اسی نسبی اور قبائلی بنیاد پر تھا۔ اسی پر جنگیں لڑی جاتی تھیں۔ بنو ہاشم ایک قوم، بنو تمیم دوسری قوم، بنو خزاعہ تیسری قوم، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو آج تک اونچی ذات اور نیچی ذات کی تفریق اسی طرح چل رہی ہے۔

یورپین اقوام کے دور جدید نے نہ کوئی اپنا نسب باقی رکھا نہ دنیا کے انساب کو کچھ سمجھا، جب دنیا میں ان کا عروج ہوا تو نسبی اور قبائلی قومیتیں اور تقسیمیں ختم کر کے پھر علاقائی اور صوبائی، وطنی اور لسانی بنیادوں پر انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر

کے الگ الگ قومیں کھڑی کر دی گئیں اور آج بھی سکہ تقریباً ساری دنیا میں چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ یہ جادو مسلمانوں پر بھی چل گیا۔ عربی، ترکی، عراقی، سندھی کی تقسیمیں ہی نہیں بلکہ ان میں بھی تقسیم در تقسیم ہو کر مصری، شامی، حجازی، نجدی اور پنجابی، بنگالی، سندھی، ہندی وغیرہ کی الگ الگ قوم بن گئی۔ حکومت کے سب کاروبار انہیں بنیادوں پر چلائے گئی۔ یہاں تک کہ یہ صوبائی عصیت ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ اور ہر صوبہ کے لوگوں کا تعاون و تاسر اسی بنیاد پر ہونے لگا۔

قومیت اور اجتماعیت کے لئے قرآنی تعلیم

قرآن کریم نے انسان کو پھر بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ سورہ نساء کی شروع کی آیات میں یہ واضح کر دیا کہ تم سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اعلان کر دیا کہ کسی عربی کو عجمی پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت کا مدار صرف تقویٰ اور اطاعت خدائے تعالیٰ پر ہے۔ اس قرآنی تعلیم نے انما المؤمنون اخوة کا اعلان کر کے حبشہ کے کالے بھنگ کو سرخ ترکی اور رومی کا، عجم کی چلی ذات کے انسانوں کو عرب کے قریشی اور ہاشمی کا بھائی بنا دیا۔ قومیت اور برادری اس بنیاد پر قائم کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ماننے والے ایک قوم، اور نہ ماننے والے دوسری قوم ہیں۔ یہی وہ بنیاد تھی جس نے ابو جہل اور ابولہب کے خاندانی رشتوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑ دیا۔ اور بلال حبشی اور صہیب رومی کا رشتہ جوڑ دیا۔

دیا۔

حسن ز بصرہ بلال ز حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجی ست

حتیٰ کہ قرآن کریم نے اعلان کر دیا خلقکم فمنکم کافرو منکم مؤمن۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سب کو پیدا کیا۔ پھر تم دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ کافر ہو گئے، کچھ مؤمن۔ بدر و احد اور احزاب و حنین کے معرکوں میں اسی قرآنی تقسیم کا عملی مظاہرہ ہوا تھا کہ نسبی بھائی جب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر ہوا تو مسلمان بھائی کا رشتہ اخوت و تعاون اس سے کٹ گیا اور وہ اس کی تلوار کی زد میں آ گیا۔ نسبی بھائی تلوار لے کر مقابلہ پر آیا تو اسلامی بھائی امداد کے لئے پہونچا۔ غزوہ بدر و احد اور خندق کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

فدائی یک تن بیگانہ کہ آشنا باشد

آیت مذکورہ میں قرآن حکیم نے تعاون و تناصر کا یہی معقول اور صحیح اصول بتلایا ہے۔ و تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ یعنی نیکی اور خدا ترسی پر تعاون کرو۔ بدی اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔ غور کیجئے کہ اس میں قرآن کریم نے یہ عنوان بھی اختیار نہیں فرمایا کہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاون کرو اور غیروں کے ساتھ نہ کرو۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے کی جو اصل بنیاد ہے یعنی نیکی اور خدا ترسی اسی کو تعاون کرنے کی بنیاد قرار دیا۔

اسباق حدیث

حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

غصہ کے وقت کی دعا

عن سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کنت جالسامع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رجلان یستبان و احدہما قد احمر وجہہ، وانتفخت اوداجہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انی لاعلم کلمة لوقالها لذهب عنہ ما یجد. لو قال اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ذهب عنہ ما یجد. فقالوا له: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: تعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.

یہ صحابی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی آپس میں سخت کلامی کر رہے تھے یعنی لڑ رہے تھے۔۔۔ زبانی لڑائی کر رہے تھے، گالی گلوچ اور دشنام طرازی سے کام لے رہے تھے، اور دونوں آپس میں ایک دوسرے کو سب و شتم کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی کیفیت یہ تھی کہ اس کا چہرہ ایک دم لال اور سرخ ہو گیا تھا اور اس کی گردن کی رگیں غصے کی وجہ سے پھول گئی تھیں۔ ان دونوں کی یہ کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، خاص کر کہ وہ جس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور گردن کی رگیں پھول

گئی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ آدمی اس کلمہ کو پڑھ لے تو اس کی غصے کی جو یہ کیفیت ہے وہ سب ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھ لے تو یہ غصے کی جو کیفیت ہے اور غصے کی وجہ سے اس کا مزاج بدل رہا ہے، وہ غصے کا سارا زور ٹوٹ جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔

غصہ دور کرنے کی عارضی تدابیر حدیث کی روشنی میں

غصے کو فرو کرنے اور دبانے کے واسطے مختلف تدابیریں احادیث میں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ غصے کے وقت آدمی تعوذ پڑھے۔ اعوذ باللہ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان مردود کے شر اور اس کی شرارتوں اور برائیوں سے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس لئے کہ آدمی کو غصے میں مبتلا کرنا یہ شیطانی وسوسے کے نتیجے میں ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں آئے گا تو شیطان کے اثر سے غصے کے جو آثار اس کے اوپر پیدا ہوئے تھے وہ ان شاء اللہ دور ہو جائیں گے۔ ایک تدبیر تو یہ بتلائی ہے۔

دوسری تدبیر احادیث میں یہ آئی ہے کہ آدمی کو اگر غصہ آجائے اور وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے یا بیٹھا ہو تو لیٹ جائے (رواہ احمد و الترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۳۴) اس سے بھی فوری طور پر غصے کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک ترکیب یہ بھی آئی ہے کہ آدمی وضو کر لے۔ (ابوداؤد شریف) وضو کی وجہ سے بھی غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تھوڑی دیر کے

لئے رخصت ہو جاتی ہے۔ اور اس حالت میں آدمی ایسی حرکتیں کر ڈالتا ہے کہ بعد میں خود اس کو اس پر ندامت اور پچھتاوا ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی کو غصے سے بچنے کے لئے جو تدبیریں بتلائی گئیں ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیے۔

لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ تدبیریں تو عارضی ہیں یعنی فوری طور پر تو غصے کی حالت کو ختم کر دیں گی لیکن اس کی وجہ سے غصے کی عادت ختم نہیں ہوگی۔

غصہ دور کرنے کی دائمی تدبیر

غصے کی عادت ختم کرنے کے لئے آدمی کو یہ تدبیر بتلائی گئی کہ جس آدمی کو غصہ آتا ہو وہ یوں سوچے کہ میں کس پر غصہ کر رہا ہوں؟ بیوی پر، بچے پر، یا اپنے نوکر پر، یا کسی اجنبی آدمی پر؟ میں نے اس کو پیدا نہیں کیا، اس کی آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں وغیرہ میں نے نہیں بنائے، اس کو روزی میں نہیں دیتا، میں اس کا مالک نہیں ہوں، اور اس نے ایسی بات کر دی جو میری طبیعت کے خلاف ہے جس کی وجہ سے مجھے اس پر اتنا غصہ آ رہا ہے؟ حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو مجھے پیدا کیا، یہ سارے قوی اور ساری صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے روزی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتیں میں استعمال کر رہا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی حرکتیں کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں۔ تو میرا اس آدمی کے اوپر اتنا احسان اور میری اس کے اوپر اتنی نعمتیں نہیں ہیں جتنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات میرے اوپر ہیں۔ اس کے باوجود میں اس کی معمولی بات پر ناراض ہو کر غصہ کا اظہار کر رہا ہوں۔ اور میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانیاں ہر گھڑی اور ہر

وقت کرتا ہوں، ہر لمحہ مجھ سے ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑنے والی اور اس کے حکم کے خلاف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی میرے ساتھ وہ معاملہ ہونے لگے جو میں اس کے ساتھ اس کی ذرا سی غلطی پر کر رہا ہوں، تو پھر میں تو کہیں کانٹیں رہوں گا؟ آدمی کو سوچنا چاہیے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ غصے میں آ کر اپنے غلام کی پٹائی کر رہے تھے، پیچھے سے ایک آواز سنی: اعلم ابا مسعود، اعلم ابا مسعود! آگاہ ہو جاؤ، خبردار ہو جاؤ، سن لو، جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آواز سن کر ان کا ہاتھ توڑک ہی گیا تھا۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اقدر علیک منک علیہ، اے ابو مسعود! تم کو اس غلام پر جتنی قدرت حاصل ہے یعنی تم اپنی قوت اور قدرت کی وجہ سے اس پر اپنا غصہ جتنا نکال رہے ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ وہی معاملہ ہونے لگے جو تم اس کے ساتھ کرتے ہو، تو سوچو آخر کیا انجام ہوگا؟ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں یہ سن کر لرز گیا اور فوراً میں نے کہا: یہ غلام اللہ کے واسطے آزاد ہے، یعنی مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی اس کی تلافی میں نے یوں کی کہ اس غلام کو آزاد کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو مسعود! اگر آپ اس کو آزاد نہ کرتے، تو جہنم کی آگ تمہیں اس حرکت کی وجہ سے اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔

(صحیح مسلم ۱۲۸۰۳)

الاحادیث القدسیة

یعنی حق جل مجدہ کی باتیں

حضرت مولانا مفتی شبین اشرف قاسمی صاحب

پندرہ شعبان کی فضیلت و مغفرت

اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلتها وصوموا
يومها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا
فيقول: الامستغفر فاغفر له؟ الا مسترزق فارزقه الا مبتلى
فاعافيه؟ الاسائل فاعطيه؟ الا كذا، الا كذا، حتى يطلع الفجر.

اخرجه ابن ماجه والبيهقي في شعب الايمان عن علي
ترجمہ: جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات کو عبادت کے ساتھ زندہ کرو
اور دن کو روزہ رکھو، اس لئے کہ حق جل مجدہ غروب سورج کے ساتھ ہی آسمان
دنیا پر اپنی رحمتوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: ہے کوئی
مغفرت کا مانگنے والا کہ میں اس کی مغفرت کر دوں، ہے کوئی رزق کا سوال کرنے
والا میں اس کو وسیع رزق عطا کروں، ہے کوئی پریشان بلیات میں اس کو عافیت
دیدوں، ہے کوئی، ہے کوئی، الغرض طلوع صبح تک اللہ پاک کی جانب سے آواز
لگائی جاتی ہے۔

فائدہ: دوسری احادیث اس سلسلہ میں واضح آئی ہیں کہ پندرہ شعبان میں تمام

مسلمانوں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر اس مبارک رات میں (۱) مشرک (۲)
کینہ رکھنے والے (۳) قطع رحمی کرنے والے (۴) تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے
نیچے رکھنے والے (۵) والدین کی نافرمانی کرنے والے (۶) شراب پینے کی
عادت رکھنے والے (۷) کسی کی جان کو ناحق قتل کرنے والے (۸) ظلماً ٹیکس یا
رشوت لینے والے (۹) غیب کی خبر بتانے والے یا فال نکالنے والے (۱۰) ہاتھ
کے خطوط دیکھ کر غیب کی خبریں دینے والے (۱۱) گانے اور طبلہ سارنگی بجانے
والے (۱۲) جادو کرنے والے۔ آخری نمبرات میں سے پانچ کو شیخ عبدالحق
محدث دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں ذکر کیا ہے، الغرض ان تمام لوگوں کو اس
عمومی رحمت و مغفرت سے الگ رکھا جاتا ہے کہ توبہ کر لیں۔ توبہ کر لینے کے بعد
ان کی بھی تمام خطا عام معافی کے تحت معاف ہو جاتی ہے۔

اس رات کا دستور العمل

(۱) اس رات میں عبادت کرنے کے لئے غسل کر لینا مستحب ہے
(۲) عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں۔ (۳) جتنا سہولت و آسانی ممکن
ہو اس رات کو نوافل اور ذکر و تلاوت میں مشغول رکھیں اور رہیں۔ (۴) صحت و
عافیت دارین اور رحمت و بخشش اور جملہ مقاصد حسنہ کے لئے خوب دعائیں
کریں۔ (۵) شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں (۶) جن گناہوں کی
نخواست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کر دیتی ہے ان سے مکمل پرہیز
کریں اور صدق دل سے سچی توبہ کریں۔ (۷) ایک حصہ رات گزر جانے کے

بعد قبرستان جائیں مردوں کے لئے مغفرت کی دعا اور ایصال ثواب کریں، منکرات سے بچیں۔ مثلاً قبروں کو سجدہ نہ کریں کہ سجدہ خاص ہے رب العالمین کے لئے، قبر کا بوسہ نہ لیں کہ یہ خاص ہے حجر اسود کے لئے، قبر کا طواف نہ کریں کہ یہ خاص ہے کعبۃ اللہ کے لئے، قبر پر چراغ نہ جلائیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ جلانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ لعن اللہ زائرات القبور والمتخذین علیہا السرج (۸) تمام رات عبادت و ذکر اور تلاوت و مراقبہ میں گزاریں ورنہ با وضو سنت کی رعایت کے ساتھ سو جائے، یہ افضل ہے کہ ساری رات غیبت و چغلخوری، تاش اور خرافات میں گزارے، پندرہ شعبان کے سلسلہ میں آج کل بہت باتیں کی جاتی ہیں، میں امام ابن تیمیہ کا فتویٰ نقل کرنا مناسب جانتا ہوں، واما لیلة النصف من شعبان فقد روى فى فضلها احاديث و آثار و نقل عن طائفة من السلف انهم كانوا يصلون فيها فصلاة الرجل فيها وحده قد تقدمه فيها سلف ولى فيها حجة فلا ينكر مثل هذا - ج ۲۳، ص ۱۳۱۔ پندرہ شعبان کی فضیلت میں احادیث و آثار موجود ہیں اور سلف و صالحین اس رات میں نماز کا اہتمام کیا کرتے تھے، لہذا پندرہ شعبان کی شب میں سلف سے نماز کا اہتمام ثبوت و حجت کے لئے کافی ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۳۱/۲۳۔

مت پوچھ ان خرقہ پوشوں کی..... (قسط نمبر ۲۴)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی [علیہ رحمۃ اللہ الباری]

حضرت نانوتویؒ میدان تصنیف و تالیف میں

بے پناہ ذہانت، غضب کا استحضار، وسعت مطالعہ، فطری صلاحیت و صالحیت، بے مثال قوت ضبط اور تحریر و تقریر پر یکسان قدرت ساتھ ہی ساتھ زہد و تقویٰ اور دنیا سے استغناء۔ جیسی ملکی صفات اور انسانی کمالات علمی و عملی کی بنا پر ہمارے اسلاف یعنی اکابر دیوبند یقیناً علمائے متقدمین کا نمونہ تھے، ان میں سرفہرست حضرت نانوتویؒ تھے۔ آپؒ نے جہاں تقریری رنگ میں احقاق حق (حق کو مضبوط دلائل سے ثابت کرنا) اور ابطال باطل (باطل کو مضبوط دلائل سے رد کرنا) کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہے وہاں تصنیف و تالیف اور مکتوبات کی شکل میں بھی اس فریضے کو انجام دیا ہے بلکہ اپنی مومنانہ فراست سے بھانپتے ہوئے آنے والے فتنوں کے سدباب کے لئے کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے حضرت کی تصانیف کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازی یا امام غزالی کی ہیں۔

(نقص الاکابر)

ان کتابوں کا انداز تحریر نہ صرف عالمانہ و محققانہ ہے بلکہ خالص متکلمانہ ہے۔ ان میں آپؑ نے اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ پیرایہ بیان، ترتیب مقدمات، نئی نئی مصطلحات اور مخصوص کلمات و الفاظ کا استعمال کرنا آپؑ کی ایک امتیازی شان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متوسط صلاحیت کا حامل درس نظامی کا فارغ و فاضل عالم بھی آپؑ کی کتابوں کو سمجھ نہیں پاتا ہے حالانکہ اکثر تصانیف اردو میں ہیں مگر عربی سے بھی زیادہ مشکل ہیں۔ محققین اور متکلمین کے لئے ان کتابوں میں آپؑ نے اتنا قیمتی

مواد جمع کر رکھا ہے جو انہیں عمر بھر ہر علمی میدان میں کام آسکتا ہے۔

مگر وہ علم کی موتی کتابیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سپارہ

اب آپ حضرت نانوتویؒ کی تصانیف کا اجمالی تعارف سن لیں:

(۱) مکتوبات: آپؑ کے مکتوبات کا بہت ہی مختصر سا حصہ شائع ہو چکا ہے، جو

اب تک مختلف ناموں سے چھپ چکے ہیں مثلاً (۱) جمال قاسمی: ۱۶ صفحات کا

ایک رسالہ ہے جس میں بزبان اردو صرف ایک طویل ترین خط ہے جو ایک بزرگ

عالم دین حضرت مولانا جمال الدین صاحب علوی دہلویؒ کے استفسار پر ”وحدت

الوجود“ اور ”سماع موتی“ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

(۲) مکتوبات قاسمیہ: چند مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ صرف ۱۳ صفحات پر مشتمل

ہے۔ کچھ خطوط فن تصوف و سلوک سے متعلق ہیں، کچھ اور ادو وظائف سے متعلق

ہیں، بعض خطوط حضرت مرشد عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کیؒ کے ہیں۔

(۳) فیوض قاسمیہ: ۱۵ خطوط پر مشتمل ہے جو ۵۶ صفحات پر محیط ہیں، چھ

خطوط اردو میں باقی نو خطوط فارسی زبان میں ہیں مجموعی طور پر ان خطوط میں شیعہ

نظریات کی تردید کی گئی ہے۔ چند ایک خطوط فقہی مسائل، تصوف اور اسرار شریعت

سے متعلق ہیں۔

(۴) لطائف قاسمی: اس میں نو خطوط ہیں جو ۲۸ صفحات کو محیط ہیں۔ ایک

طویل خط ”الجمعة فی القری“ (یعنی کیا دیہاتوں میں جمعہ جائز ہے؟) کے مسئلے سے

متعلق ہے۔ آپ کی ایک فارسی نعت بھی اس میں ہے۔ باقی خطوط عقائد اور چند

فقہی مسائل سے متعلق ہیں۔

(۵) تصفیۃ العقائد (اردو)

جناب سرسید احمد خان صاحب نے اپنے ایک مراسلے (خط) میں اپنے

بعض نظریات کا اظہار کیا ہے تو حضرتؒ نے ان غلط نظریات کا اسلامی نقطہ نظر سے

متکلمانہ انداز میں تحقیقی جائز لیا ہے۔

یاد رہے خان صاحب دہلی میں حضرت استاذ الکل (مولانا محمد مملوک علی

صاحب فاروقی تھانویؒ) کے یہاں حضرتؒ کے ہمدرد رہے ہیں، متوسطات تک

آپؑ نے پڑھا تھا۔ انگریزوں اور مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب

تھے۔ اقوام مغرب کے مداح تھے۔

..... جاری

رمضان المبارک کے متعلق چند گزارشات

محمد رحمت اللہ

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، آخرت کی کمائی کے اعتبار سے یہ مہینہ مومنین کے لئے موسم بہار ہے اس مہینے میں اللہ پاک نے انسانوں کو اس کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کریں۔ اللہ پاک کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کر کے مغفرت کے امیدوار بنیں اور ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم کی آگ سے چھٹکارا حاصل کریں اور اعمال میں مشغول رہ کر اس انعام کی قدر کریں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان المعظم سے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع فرماتے تھے۔

رمضان المبارک کے تین اہم اعمال ہیں:

روزہ

روزہ اسلام کے ارکان میں سے اہم رکن ہے۔ رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھنا فرض ہے۔ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ حدیث پاک میں روزہ کو مسلمان کیلئے ڈھال بتایا گیا ہے۔ یہ دنیا میں شیطان کی شرارتوں سے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

نیت اور سحری

نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، چاہے زبان سے کچھ کہیں یا نہ کہیں۔ نیت روزہ کیلئے شرط ہے یعنی اگر دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا لیکن نیت روزہ کی نہ تھی تو یہ روزہ نہیں کہلائے گا۔ رات کے آخری حصہ میں سحری کھالے۔ بھوک نہ ہو تو بھی چند لقمے کھالے، سحری کھانا سنت ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ ”خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں“۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے ”بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ“

افطار

غروب آفتاب کا اطمینان کر لینے کے بعد افطار کرنا چاہئے، افطار کھجور سے بہتر ہے ورنہ پانی سے یا جو پاک اور حلال چیز ملے جائز ہے۔ دوسروں کو بھی افطار کرائے، جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کو ثواب ہوگا اور اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔

روزہ کو توڑنے والی چیزیں

(۱) کان یا ناک میں دو ڈالنا (۲) قصداً منہ بھر کر قے کرنا (۳) کلی کرتے ہوئے پانی کا حلق میں چلا جانا (۴) قصداً دھواں حلق یا ناک میں پہنچانا (۵) بھول کر کھاپی لیا پھر یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا دوبارہ کھاپی لیا (۶) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد کھاپی لینا۔ ان سب صورتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔

البتہ قصداً کھاپی لینے اور جماع کرنے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے، ورنہ ۶۰ روڈن مسلسل روزے رکھے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ (اس زمانہ میں غلام، باندی کا رواج نہیں ہے اسلئے آخری صورتیں متعین ہو گئیں) (روزہ کے دوران انہیلر کا استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا، اسی طرح روزہ کے دوران کمزوری کی وجہ سے بدن کو محض طاقت حاصل کرنے کے لئے گلوکوز یا انجکشن لگوانا مکروہ ہے)

تراویح

رمضان المبارک میں عشا کی فرضوں اور سنتوں سے فارغ ہو کر بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہیں، اس کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے، تراویح الگ سنت ہے اور اس میں پورا قرآن پاک ختم کرنا الگ سنت ہے۔ تراویح میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائیگا، یہی افضل ہے اور چار رکعت کے بعد جلسہ استراحت کیا جائے، اس جلسہ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت، دعا سب باتوں کا اختیار ہے۔ یہ دعا بھی منقول ہے:

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ
وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ
سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ وَنَسْتَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ شامی

تراویح کے بعد وتر بھی جماعت کے ساتھ امام کی اقتداء میں ادا کی جائے،

کوشش اس بات کی کی جائے کہ ایسا حافظ ہو جو قرآن پاک صاف اور صحیح پڑھتا ہو اور اس کے سنانے سننے پر اجرت کا خواہاں نہ ہو، کیونکہ قرآن کریم سنانے پر اجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ حافظ کیلئے لازم ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کرے کہ مسلمانوں کا قرآن پاک سے لگاؤ بڑھے، نیز جلدی ختم کرنے کی کوشش میں مقتدیوں پر بوجھ نہ ڈالے۔

اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ بستی میں اگر کسی بھی شخص نے یہ اعتکاف نہ کیا تو سارا محلہ گناہگار ہوگا، اور تمام پر ترک سنت کا وبال ہوگا۔ اس اعتکاف کیلئے نیت اور مسجد کا پنجگانہ جماعت والی ہونا ضروری ہے۔ اعتکاف رمضان المبارک کی بیس تاریخ گزرنے پر غروب آفتاب کے بعد شروع ہو کر عید کا چاند نظر آنے تک کیا جاتا ہے، لہذا بیس تاریخ کو غروب آفتاب سے قبل ہی مسجد شریف میں معتکف کو پہنچ جانا چاہئے، نیز بہتر یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے کے باوجود شوال المکرم کی پہلی شب یعنی عید کی رات مسجد میں ہی گزارے کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص عید کی راتوں میں اللہ پاک کی عبادت کرتا ہے اس کا دل اس وقت مردہ نہیں ہوگا جس وقت لوگوں کے دل مر جائینگے۔ تاہم اگر کوئی ضرورت درپیش ہو جس کی وجہ سے رات معتکف نے مسجد میں نہ گذاری اور عید کا چاند نظر آنے کے بعد مسجد سے نکل آیا تو اعتکاف مکمل ہو گیا اس میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ اخیر عشرہ کے اس سنت اعتکاف میں بلا ضرورت مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ پیشاب پانچا نہ اور غسل

جنابت جیسی ضروریات کیلئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، یا اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے اس مسجد میں جاسکتا ہے جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو البتہ جمعہ سے فارغ ہو کر فوراً واپس اپنی مسجد میں پہنچ جائے۔ جمعہ کے غسل کیلئے بھی معتکف مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔

شب قدر

یہ رمضان المبارک کی وہ رات ہے جس میں قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ اس رات کو قرآن کریم میں ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر قرار دیا گیا۔ اس رات کو تلاش کرنے کیلئے کوشش ضروری ہے خصوصاً رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہئے، جو شخص رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے وہ چونکہ ہر وقت مولیٰ کے دربار میں پڑا رہتا ہے اس کا سونا، جاگنا سب کچھ عبادت ہے۔ لہذا اس کیلئے زیادہ آسان ہے کہ وہ اس رات کی سعادت و برکت سے مستفید ہو سکتا ہے۔ کم از کم ستائیسویں شب کو بہر حال غنیمت سمجھنا چاہئے۔ شب قدر میں حضور ﷺ نے اس دعا کی تلقین فرمائی ہے:

”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ
”اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا
ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس
معاف فرما دیجئے مجھے بھی“۔

تراویح میں رکعت ہیں

حضور اکرم ﷺ سے بھی بیس رکعات تراویح کا ثبوت ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی

شعبہ طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے:

احادیث العشرین رکعة، روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبرانی في معجمه
وعنه البيهقي من حديث إبراهيم بن عثمان بن أبي شيبة عن الحكم عن
مقسّم عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة
سوى الوتر انتهى نصب الراية ج ۲ ص ۱۵۳۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح میں بیس رکعت پڑھی جاتی تھی، چنانچہ موطا

امام مالک میں ہے:

كَانَ النَّاسُ يُقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعَشْرِينَ رَكْعَةً
(ص ۱۴۰) اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے حکم سے تھا۔ چنانچہ موطا امام مالک ہی میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِي أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ
إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ
وَيُصَلِّي بِصَلَاةِ الرَّهْطِ فَقَالَ عُمَرُ ﷺ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُرَانِي لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى
قَارِيٍّ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلُ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ (موطا امام مالک ص ۴۰)

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ
وَعَلَى تَمِيمِ بْنِ الدَّارِيِّ . الخ عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳، ۷۵، ۷۶ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
بیس رکعت پڑھنے کا ثبوت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے متعلق
قرآن میں آتا ہے: انا مرون الناس بالبروتنسون انفسكم الخ فقط (فتاویٰ محمودیہ
ج ۱۳ ص ۷۵، ۷۶) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز کا دوسروں کو حکم کرتے تھے اس پر
خود عمل نہ کریں یہ کیسے ممکن ہے؟ (از مرتب)

عید الفطر کے مسنون اعمال

شوال المکرم کے روزے

انتخاب: مفتی سعید اللہ میر استاذ دارالعلوم رحیمیہ

عید کے دن تیرہ چیزیں مسنون ہیں

﴿۱﴾ شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا ﴿۲﴾ غسل کرنا ﴿۳﴾ مسواک کرنا ﴿۴﴾ اپنے پاس موجود عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا ﴿۵﴾ خوشبو لگانا ﴿۶﴾ صبح کو بہت سویرے اٹھنا ﴿۷﴾ عید گاہ بہت سویرے جانا ﴿۸﴾ عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا ﴿۹﴾ عید گاہ جانے سے قبل صدقہ فطرا داکرنا ﴿۱۰﴾ عید کی نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا البتہ معذورین اور اسی طرح دوسرے منتظمین کی نماز میں جو بغرض انتظام شہر میں نماز پڑھیں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر معتکفین دور دراز کے ہوں اور نماز پڑھ کر اپنی اپنی بستیوں کو واپس جانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ﴿۱۱﴾ عید گاہ پیدل جانا ﴿۱۲﴾ راستے میں تکبیر **اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ** وَلِلَّهِ الْحَمْدُ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔ ﴿۱۳﴾ ایک راستے سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت ہیں اور یہ دو رکعت واجب ہیں۔ اس نماز میں عام نمازوں سے چھ تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیر کے بعد ثنا یعنی سبحانک اللہم..... اخیر تک پڑھے اس کے بعد تین بار اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھائے، دو تکبیروں میں ہاتھ نیچے لٹکائے اور نہ باندھے، اور تیسری میں ہاتھ باندھ لے، پھر امام سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکعت مکمل کر لے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں امام سورہ فاتحہ اور سورت کی قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل تین بار اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے، اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلا جائے۔ اور باقی نماز حسب معمول پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے اور مقتدی خاموشی کے ساتھ سنیں، خطبہ کا سننا واجب ہے۔ خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں بلکہ نماز کے بعد ہی دعا کی جائے، عید کے خطبے میں تکبیر تشریق سے ابتداء کریں، اول خطبے میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبے میں سات مرتبہ تکبیریں کہیں۔

چند قابل غور باتیں

آتش بازی، لاٹری، جوا، بے پردگی کرنا اور پارکوں، تفریح گاہوں میں گھومنے جانا، فضول خرچی و اسراف وغیرہ عام دنوں میں بھی ناجائز ہیں عید کے دن

ان کاموں میں مشغول ہونا اور زیادہ برا ہے۔ ان چیزوں سے خود بھی بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں بلکہ زائد پیسوں اور چیزوں کو فقراء و مساکین پر خرچ کریں۔ ہمارے وطن کشمیر میں اس وقت غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور پریشان حالوں کی کمی نہیں ہے لہذا اپنے مال کو خرافات میں ضائع کرنے کے بجائے ان مستحقین پر خرچ کریں۔ باطل فرقے عیسائی، مرزائی وغیرہ اس وقت ان غریبوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر مالی امداد دیکر ان کو مرتد بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور مسلمان اپنے روپے پیسے فضولیات میں خرچ کر رہے ہیں۔ اللہ کیلئے ان کا خیال کریں ان کا تعاون کریں اور ان کی مدد کریں۔

شوال المکرم کے روزے

رمضان المبارک اور دوسرے ایام کی طرح شوال کے کچھ دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں منقول ہے

حدیث: عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفل روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ اس حدیث پاک میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک

گزرنے کے بعد شوال کے مہینے میں چھ نفل روزوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے ان کے رکھنے کی ترغیب اور اس کا ثواب عظیم بتلایا ہے۔ اجر و ثواب دینے کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ کرم فرمایا ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب کسی شخص نے رمضان المبارک کے تیس روزے رکھے اور پھر شوال میں چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے۔ اور چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں۔ قمری حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔ لہذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ جل شانہ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گے اور اس طرح پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

اگر کوئی شخص ہر سال رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ چھ نفل روزے بھی شوال میں رکھ لیا کرے تو وہ اجر و ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ اللہ اکبر! خدا تعالیٰ کی کیسی بے انتہا رحمت ہے کہ معمولی سی محنت پر زندگی بھر روزے رکھنے کا ثواب عظیم عطا فرمانے کیلئے بہت ہی آسان طریقہ بیان فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہ شوال کے روزوں میں اختیار ہے خواہ شروع مہینہ میں رکھیں یا درمیان میں یا آخر میں اور یہ بھی اختیار ہے کہ خواہ مسلسل رکھیں یا متفرق علیحدہ علیحدہ، کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ عورت شوہر کی موجودگی میں اس سے اجازت لے کر ہی یہ روزے رکھے۔

مختلف کے لئے مختصر دستور العمل

مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

مختلف کو مندرجہ ذیل دستور العمل کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ وہ دربار خداوندی میں اسی مقصد کے لئے حاضر ہوا ہے اس کا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔

(۱) مغرب کی نماز کے بعد کم از کم چھ رکعت نفل اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعت نفل ادا بین ادا کریں۔ پھر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر بدن پر دم کریں۔ اس کے بعد مختصر سا کھانا اور مختصر آرام کریں اور پھر نماز عشاء کی تیاری اور صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔

(۲) عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر علم دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے کسی مستند اور معتبر دینی کتاب کا مطالعہ کریں، یا کسی مستند و معتبر عالم دین کے درس میں شرکت کریں (اگر ایسا درس ہوتا ہو) نیز شب قدر میں مطالعہ سے فارغ ہو کر جب تک طبیعت میں بشارت رہے ذکر و تلاوت اور نوافل میں مشغول رہیں۔ اور جب سونے کو طبیعت چاہے تو پوری طرح سنت کے مطابق قبلہ رو ہو کر (اگر ممکن ہو) سو جائیں۔

(۳) موسم گرما میں صبح تین بجے نیند سے بیدار ہو جائیں۔ طبعیہ ضروریات سے

فارغ ہو کر سنت کے مطابق وضو کریں اور تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو اور تہجد کی نقلیں ادا کریں، نیز نوافل سے فارغ ہو کر کچھ دیر خاموشی سے ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں۔ پھر خاموشی سے خوب رو رو کر اپنے جملہ مقاصد حسنہ اور فلاح دارین کی دعا مانگیں۔

(۴) صبح صادق سے کوئی پون گھنٹہ پہلے سحری کھائیں اور سحری سے فارغ ہو کر نماز فجر کی تیاری کریں، صف اور اور تکبیر اولیٰ کا خیال رکھیں جب تک نماز کے انتظار میں رہیں اور استغفار کرتے رہیں۔

(۵) نماز فجر سے فارغ ہو کر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر پورے جسم پر دم کریں اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھیں۔

(۶) اشراق کے وقت کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نفل ادا کریں اور پھر آرام کریں اور چاشت کے وقت بیدار ہو کر کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت نفل چاشت کی ادا کریں اور جتنا ہو سکے صحیح تلفظ کے ساتھ کلام پاک کی تلاوت کریں۔

(۷) جب زوال ہو جائے تو چار رکعت نفل سنن زوال ادا کریں اور نماز ظہر کے انتظار میں صف اول میں بیٹھیں اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔ اور ظہر سے فارغ ہو کر صلوٰۃ التسبیح پڑھیں اور تلاوت کریں پھر اگر تھکن محسوس ہو تو کچھ آرام کر لیں۔

(۸) نماز عصر سے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو جائیں وضو کر کے تحیۃ الوضو اور

دیگر نوافل پڑھ کر نماز عصر کا انتظار کریں اور اس سے فارغ ہو کر مختصر تلاوت کریں پھر تسبیحات ادا کریں جن کا ”نمبر ۵“ میں ذکر گزرا ہے پھر ہمہ تن دعاء میں مشغول رہیں یہ وقت نہایت گراں قدر ہے اس کو افطار کی تیاری میں ضائع نہ ہونے دیں۔

(۹) جو باتیں حالت اعتکاف میں مکروہ اور منع ہیں ان سے مکمل طور پر اجتناب کریں جن کی تفصیل اعتکاف کے مکروہات میں گزر چکی ہے اس کا دوبارہ غور سے مطالعہ کریں۔

(۱۰) معتکف پر لازم ہے کہ صف اول میں خود آکر بیٹھے، خود اگر کہیں اور ہو اور تولیہ اور چادر وغیرہ سے جگہ روکے رکھے ایسا نہ کرے۔

اور اپنے ہر قول و فعل، نشست و برخاست اور طرز عمل سے دوسرے معتکفین اور نمازیوں کو تکلیف پہنچنے سے بچانے کا اہتمام کرے اور اپنی صفائی کا بھی خیال رکھے اور مسجد کی صفائی کا بھی اہتمام رکھے۔

اپنی اور دیگر احباب اور متعلقین کی عفو و مغفرت کی سر توڑ کوشش کرے۔ رحمت کا امیدوار رہے اور مایوسی کو ہرگز راہ نہ دے۔

عید الفطر خوشی کا دن ہے

مولانا ابو جندل قاسمی

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدينة ولہم یومان یلعبون فیہما فقال: ما ہذان الیومان قالوا کنا نلعب فیہما فی الجاہلیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قد ابدلکم اللہ بہما خیرا منہما یوم الاضحیٰ و یوم الفطر.

(ابو داؤد ۱/ ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: ہم اسلام سے پہلے ان دونوں دنوں میں کھیل کود اور خوشیاں منایا کرتے تھے، (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر کر دئے ہیں، (بس اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن۔

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اس قوم کے

لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں اور اگلے پچھلے رنج و غم و مصائب کو بھول کر دیگر طریقوں سے بھی اپنی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اسی لئے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

مذہب اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں، ایک عید الفطر، دوسرے عید الاضحیٰ، بس یہی مسلمانوں کے اصل مذہبی و ملی تہوار ہیں ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر بدعات و خرافات ہیں۔

اسلام سے پہلے بھی لوگ دو دن ”نیروز اور مہر جان“ تہوار کے طور پر منایا کرتے تھے، ”نیروز“ سال کا پہلا دن تھا، یہ ”نوروز“ کا معرب ہے اور ان دونوں دنوں میں ہوا معتدل ہوتی ہے، نہ سرد نہ گرم، دن رات برابر ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے حکماء نے ان دونوں دنوں کو خوشی منانے اور کھیل کود کرنے کے لئے منتخب کیا اور دوسرے لوگ چونکہ حکماء کے ساتھ تعظیم کا معاملہ کرتے تھے اور ان کی کمال عقل کے معترف تھے اس لئے انہوں نے ان دنوں کے حوالے سے ان حکماء کی تجویز کو قبول کیا اور وہ لوگ ان دونوں دنوں میں جشن مناتے، تفریحات کرتے، گانے بجانے کی مجلسیں جمیتیں، خوشی کے اظہار اور کھیل کود میں مست ہو جاتے، جس کا اندازہ ہم اپنے برادران وطن کے تہواروں (ہولی اور دیوالی) کے

موقعوں پر پیش آنے والے مناظر سے بخوبی کر سکتے ہیں۔ (بذل المجدو ۶/۱۵۹) ”عید“ کی وجہ تسمیہ: علماء کرام نے عید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کئی باتیں کہی ہیں: (۱) ”عید“ اصل میں ”عود“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، اس کو عید کہنا ایک طرح کی نیک فالی ہے اور گویا اس تمنا کا اظہار ہے کہ یہ مسرت و خوشی کا دن بار بار آئے۔

(۲) دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عید ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ہر سال مغفرت اور رحمت کے ساتھ لوٹتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے۔ گویا اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت بندے کو حاصل نہ ہوئی تو روزے اور عید کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔

(۴) چوتھی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عید کے دن آدمی غم سے خوشی کی جانب عود کرتا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ہر شخص عید کے روز اپنی حیثیت کی طرف رجوع کرتا ہے، جوان کے لباسوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

(شرح ابی داؤد للعیین ۴/۴۸۶)

دوگانہ نماز عید کی حکمت: اسلامی شریعت نے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں اپنے تابعین کے لئے سال میں دو دن عید کے عنوان سے خوشی و مسرت کے لئے تجویز کئے ہیں وہیں ان دونوں دنوں میں دوگانہ نماز عید واجب کر کے یہ بات بتلائی ہے کہ مسلمانوں کی مسرت اور شادمانی کے اظہار کا طریقہ غیر مسلموں سے مختلف ہونا چاہیے اور وہ یہ کہ مومن بندے کی پیشانی اپنے خالق و مالک کے سامنے

سجدہ ریز ہو جائے۔ وہ اس بندہ نواز کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کر کے اس کی خوشنودی کا مستحق بن جائے، ظاہر ہے مومن بندے کے لئے سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ اسے دنیا کی فانی لذت حاصل ہو یا نہ ہو مگر اس کا حقیقی رب اس سے راضی ہو جائے۔ قرآن کریم میں سورہ توبہ میں ارشاد خداوندی ہے: ”وَرِضْوَانٍ مِنَ اللَّهِ الْكَبِيرِ“ (اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب نعمتوں سے بڑی چیز ہے۔ بیان القرآن) اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے خوشی کے ان دونوں میں نماز عید کے ذریعے اظہار بندگی کا حکم دے کر خوشی کے جذبات کے ساتھ ساتھ معرفتِ خداوندی اور شکرِ نعمت جیسے واجبات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے، کہ عید محض مذہبی تہوار نہیں بلکہ انعاماتِ خداوندی کی شکرگزاری کا دن ہے عید کھیل کود کا دن نہیں بلکہ خدا کی معرفت حاصل کرنے کا دن ہے، عید خوشیوں میں مست ہونے کا دن نہیں بلکہ اپنے مقصد تخلیق کو پہچان کر رضائے خداوندی کے حصول کا دن ہے، یہی عید کی اصل روح ہے اور یہ روح درحقیقت اس شخص کو حاصل ہوگی جس نے ماہ رمضان المبارک میں عبادت، تلاوت قرآن کریم، صدقات و استغفار کی کثرت اور معصیات اور منکرات سے پرہیز کے ذریعے اپنے کو ”تقویٰ“ (جو روزے کا خاص مقصد ہے) کی صفت سے مزین اور آراستہ کیا ہو۔

ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد مبارک ہے:

”جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ جل شانہ فرشتوں کے سامنے

بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری پوری دے دی جائے، ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتو! میرے غلاموں اور باندیوں نے میرے فریضے کو پورا کر دیا، پھر دعا کے ساتھ پکارتے ہوئے (عید گاہ کی طرف) نکلے ہیں، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم! میری بخشش کی قسم! میرے علو شان کی قسم! میرے بلندی مرتبہ کی قسم! میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا، پھر لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ: جاؤ میں نے تمہارے گناہ معاف کر دئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس وہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔“

(شعب الایمان للبیہقی حدیث ۳۷۱۷، مشکوٰۃ شریف ۱۸۲۱)

حقیقت یہی ہے کہ عید کی خوشی و مسرت ہمیں اسی وت حاصل ہوگی جب ہم عید کا چاند دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی، تلاوت قرآن کریم و ذکر و اذکار، صدقات و خیرات، توبہ و استغفار کا اور آئندہ معصیات و منکرات سے پرہیز کرنے کا پختہ ارادہ و عہد کریں۔ بصورت دیگر عید کا دن ہمارے لئے مسرت و شادمانی کا نہیں بلکہ رنج و غم اور حسرت و یاس کا دن ہوگا۔

ملفوظات فقیہ الامت

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ

انتخاب: محمد عنایت اللہ

علامہ کشمیریؒ کا ذوقِ کثرتِ مطالعہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت علامہ نور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کثرتِ مطالعہ کا یہ حال تھا کہ مرض الوفا میں جب ہاتھ ہلانے کی بھی طاقت نہ رہی تو کروٹ پر لیٹتے اور سامنے کرسی پر کتاب کھلی ہوئی کھڑی رہتی، جب پورا صفحہ مطالعہ فرمالتے تو کسی کی طرف ورق پلٹنے کے لئے اشارہ کرتے، وہ ورق پلٹ دیتا اور حضرت اس کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

دو بزرگ کا اختلافِ ذوق

ارشاد فرمایا کہ دو بزرگ دونوں حضرت تھانویؒ کے خلفیہ، دونوں ہمارے بڑے لیکن اس کے باوجود ایک شی میں دونوں کا نظریہ مختلف۔ ایک کے لئے امام نے نماز پڑھانے میں صرف ڈیڑھ سیکنڈ انتظار کیا تو ناراض ہو گئے اور اس پر امام صاحب کو ڈانٹا کہ میرے واسطے یہ انتظام کیوں کیا۔ اور دوسرے کے یہاں عصر کی نماز کے لئے لوگ مسجد میں بیٹھے بیٹھے ان کا انتظار کر رہے ہیں، وہ اپنے گھر میں ہیں جب غروب آفتاب میں تقریباً آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا تو تشریف لائے اور نماز ہوئی۔

میں بھی وہاں تھا مگر یہ اختلافِ اختلافِ ذوق ہے اختلافِ مسائل نہیں۔
فائدہ: جب نمازیوں کو ناگواری نہ ہو اور وقت کے بھی مکروہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کسی خاص شخص کے لئے انتظار مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں۔ رئیس المحلہ لا یبنتظر مالہ یکن شریراً والوقت متسع۔ (درمختار ج ۱ ص ۲۶۸) کہ رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جائے مگر یہ کہ وہ شریر ہو، اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور وقت میں بھی گنجائش ہو، اس مجبوری کی وجہ سے اس کا بھی انتظار کیا جاسکتا ہے۔ مکروہ نہیں۔ مثلاً فی فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۲۲۳

چہرہ پر مسکراہٹ تھی

ارشاد فرمایا کہ آخر عمر میں حضرت مدنیؒ بہت بیمار ہوئے لیکن انتقال سے ذرا دیر قبل بالکل ٹھیک ہو گئے، ہشاش بشاش ہو گئے۔ گھر کے سب لوگوں سے ملاقات کی، گفتگو کی، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا: اچھا آپ جائیے، مجھے کچھ سو لینے دیجئے۔ چنانچہ ظہر کی نماز کیلئے جب جگانے کے لئے آدمی گیا، دیکھا کہ وہ تو انتقال فرما چکے ہیں، چہرہ پر مسکراہٹ تھی۔

اس لئے ان کے پاس جاتا ہوں

دریافت کیا گیا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریہ ہند کا کیا مولانا الیاس صاحب سے تعلق تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب صدر ہند ہونے سے پہلے مولانا کے پاس آتے جاتے تھے، کسی نے پوچھا کہ ملا (مولانا) کے پاس کیوں

جاتے ہو؟ تو جواب دیا کہ ان کے چھ نمبروں میں علم عام ہونے کی تدبیر ہے جہالت کا علاج ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان جیسے بڑے ملک میں علم عام ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے ان کے پاس جاتا ہوں۔

جرم ایک سزائیں مختلف

ارشاد فرمایا کہ حد تو سب کے لئے یکساں ہوتی ہے مثلاً حد زنا وغیرہ لیکن تعزیر ہر شخص کے لئے یکساں نہیں ہوتی۔ جیسا مجرم کا مزاج ہو ویسی ہی تعزیر ہونی چاہیے۔ چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں تین مجرم پیش کئے گئے۔ تینوں ایک جرم میں گرفتار۔ عالمگیر نے ایک کو تو صرف گھور کر دیکھا، دوسرے کو دھمکایا اور بس، تیسرے کو چند کوڑے لگوائے، وزیروں نے کہا یہ تو ظلم ہے، جب جرم ایک ہے تو سزا بھی سب کی ایک ہونی چاہیے، یہ کیا کہ جرم ایک سزائیں الگ الگ۔ اورنگ زیب نے فرمایا: افسوس جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے، جاؤ تینوں کے حالات کی تحقیق کرو۔ پہلا شخص جس کو گھور کر دیکھا تھا اس کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ کفن دفن کا انتظام ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے گھور کر دیکھ لیا غیرت آگئی، دوسرے کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو بلایا جا رہا ہے بیہوش پڑے ہیں بادشاہ کی ڈانٹ نے اتنا متاثر کیا۔ تیسرے کو دیکھا کہ بازار میں سر راہ کھڑا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اتنے جوتے لگ گئے، اتنے کوڑے لگ گئے تو کیا ہو گیا، اتنے ہی اور لگ جاویں تو بھی کچھ نہیں ہوتا، اس پر لوگوں نے اقرار کیا کہ اورنگ زیب نے جو کچھ کیا ہے وہ ظلم نہیں انصاف ہے۔

ضروری معلومات

از: مفتی اعجاز احمد بٹ رحیمی خادم دارالافتاء والا ارشاد دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ

دو حاضر میں جہاں ایک طرف بہت ہی حد تک شریعت اور احکام شریعت سے دوری اور غفلت بڑھتی جا رہی ہے وہیں پر ایک امید افزاء حقیقت یہ بھی ہے کہ بعض خوش نصیب حضرات کو دین پر چلنے کا اتنا شوق و ذوق ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اتباع سنت سے ہٹنا پسند نہیں کرتے۔ لہذا ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ صحیح اور محتاط صورت انہیں معلوم ہو۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ادارہ النور مناسب سمجھتا ہے کہ ہر ماہ نصاب زکوٰۃ، مقدار اقل مہر، مقدار مہر فاطمی کی موجودہ ریٹ کے مطابق وضاحت کر دی جایا کرے۔ تاکہ نکاح میں مہر فاطمی کی مقدار اور صاحب نصاب وغیر صاحب نصاب کی تعیین میں سہولت ہو سکے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ جس ریٹ سے ہم نے حساب لگایا ہو اس کی صراحت بھی کر دیں۔ تاکہ اگر کہیں ریٹ میں فرق پایا جائے تو آسانی سے اس کی بھی رعایت رکھی جاسکے۔ عمل دشوار نہ ہو۔

زکوٰۃ کا مقدار نصاب

چاندی:۔ عہد نبوی ﷺ کے رائج پیمانوں کے مطابق دو سو (۲۰۰) درہم

بعد کے رائج پیمانوں کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی۔

موجودہ رائج اوزان کے مطابق (۶۱۲، ۳۶۰) چھ سو بارہ گرام تین سو ساٹھ ملی گرام

قیمت در سرینگر، ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 17 مارچ 2022ء

کل رقم Rs 81662.00 (اکاسی ہزار چھ سو باسٹھ روپے)

سونہ:۔ عہد نبوی ﷺ کے پیمانوں کے مطابق بیس مثقال

بعد کے رائج پیمانوں کے مطابق ساڑھے سات تولہ

موجودہ رائج اوزان کے مطابق (۸۷، ۴۸۰) ستاسی گرام چار سو اسی ملی گرام

قیمت در سرینگر، ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 17 مارچ 2022ء

کل رقم Rs 4,37,475.00 (چار لاکھ ستائیس ہزار چار سو پچھتر روپے)

مقدار مہر فاطمی:-

(۱،۵۳۰،۹۰۰) ایک کلو پانچ سو تیس گرام، نو سو ملی گرام چاندی

احتیاطاً (۱،۵۳۱) ایک کلو پانچ سو اکتیس گرام

قیمت در سرینگر، ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 17 مارچ 2022ء

کل رقم Rs 1,70,000.00 (ایک لاکھ ستر ہزار روپے)

مقدار صدقہ فطر:-

عہد نبوی ﷺ کے پیانوں کے مطابق نصف صاع گیہوں یا گیہوں کا آٹا۔

موجودہ رائج اوزان کے مطابق (۱،۵۷۶،۶۴۰) ایک کلو پانچ سو چوہتر گرام چھ سو

چالیس ملی گرام۔ احتیاطاً: (۱،۷۵۰) ایک کلو سات سو پچاس گرام گندم یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت۔

قیمت در بانڈی پورہ، ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 17 مارچ 2022ء

یہاں گیہوں کے آٹے کی قیمت فی کلو 32 روپے ہے اسی وزن کے حساب سے

56 روپے بنتے ہیں۔ احتیاطاً 60 روپے دیئے جاسکتے ہیں۔

قسم کا کفارہ:-

اگر قسم کھا کر توڑ دے تو شریعت نے دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑا دینے کا

حکم دیا ہے۔ دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا اس کا آٹا اگر دیدیا جائے تو

قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

رائج اوزان کے مطابق نصف صاع (۱،۵۷۶،۶۴۰) ایک کلو پانچ سو چوہتر گرام چھ سو

چالیس ملی گرام بنتے ہیں یہ احتیاطاً اور وزن و حساب کی سہولت کے لیے (۱،۷۵۰) ایک کلو سات سو

پچاس گرام کھا گیا ہے۔ اس طرح سے دس نصف صاع کی مقدار ستر کلو پانچ سو گرام ہوتی ہے۔

قیمت در بانڈی پورہ، ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 17 مارچ 2022ء گیہوں

کے آٹے کا عمومی بازار میں ریٹ فی کلو 32 روپے ہے۔ اس طرح مقدار کفارہ 560 روپے بنتی ہے۔

اخبار دارالعلوم

تعلیمی سال کی تکمیل

اللہ پاک کے فضل و کرم سے تمام کتابوں کی تکمیل کے لئے ۱۵ شعبان المعظم

۱۴۴۳ھ کا نشانہ مشورہ سے مقرر کیا گیا تھا اور اکثر حضرات اساتذہ کی توجہ اور محنت سے

مذکورہ تاریخ تک کتابوں کے نصاب کی تکمیل کی گئی۔ اس کے بعد امتحانات کا سلسلہ تھا،

الحمد للہ شعبان المعظم میں شعبہ حفظ و ناظرہ اور عربی و درجات تجوید کے سالانہ امتحانات

منعقد ہوئے۔ رابطہ مدارس کے زیر اہتمام حفظ و عربی درجات کے ابتدائی امتحانات ۱۷،

۱۸، ۱۹، ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ کو منعقد ہوئے، جبکہ ماہی امتحانات کی تکمیل کے لئے

۲۱ تا ۲۵ شعبان المعظم طے کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں بھی رابطہ کے ذمہ داران اور ممتحنین نیز

مدارس کے اساتذہ کرام نے محنت کر کے نظام کو ترتیب کے مطابق بہ حسن و خوبی انجام تک

پہنچایا۔

اس سال عالمی وبا کرونا کی گائیڈ لائن موجود ہونے کی بنا پر پہلے سے نتائج کے

اندراجات کی تیاری نہیں تھی لیکن صدر رابطہ کی درخواست پر دارالعلوم اسلامیہ پنچورہ

شوہیان نے اپنے دو کمپیوٹر آپریٹر، مدرسہ اشرف العلوم حیدر پورہ سرینگر، مدرسہ کاشف

العلوم گوس کپوڑہ، دارالعلوم شیخ العالم در بہ گام پلوامہ نے اپنا ایک ایک کمپیوٹر آپریٹر دے

کر کام کو آسان بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قبولیت سے

نوازے۔ ان سب کا شکریہ ادا کیا جانا اپنا فرض ہے۔ ان کی محنت کی بنا پر شعبہ حفظ و ناظرہ

کے نتائج کی ترتیب میں سہولت ہوگئی۔ دو اضلاع یعنی رام بن میں مفتی ذوالفقار صاحب

قاسمی مہتمم دارالعلوم نعمانیہ بانہال اور پلوامہ میں مفتی ارشاد صاحب قاسمی مہتمم جامعۃ الرشاد پلوامہ ذمہ داران امتحانات نے خود دونوں ضلعوں کے نتائج کو مکمل تیار کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی۔ ان کا بھی شکریہ ادا کیا جانا ضروری ہے۔

مدرسہ کے امتحانات

مشورہ کے مطابق مدرسہ کے سالانہ امتحانات کے لئے مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب قاسمی کو اس سال ناظم امتحان سالانہ اور مولانا مفتی ریاض احمد صاحب قاسمی و مولانا مفتی محمد عظمت اللہ صاحب رحیمی کو ان کا نائب و معاون متعین کیا گیا تھا۔ دیگر حضرات اساتذہ کے تعاون سے ان سب حضرات نے صدر مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ مولانا مفتی نذیر احمد صاحب کی نگرانی میں اس سلسلے میں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی خدمات کو بھی قبول فرما کر اجر دارین عطا فرمائے۔

فیض عام سیکنڈری سکول

اس سال ادارہ کے بچوں نے میٹرک کے سرکاری امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کل ملا کر تریپن (53) بچوں نے بورڈ کے تحت منعقدہ اس امتحان میں شرکت کی تھی۔ جس میں سے چھ (6) طلبہ نے پوزیشن حاصل کیں اور A1 میں انیس (19) نے، A2 میں اٹھارہ (18) نے، B1 میں گیارہ (11) نے اور B2 میں پانچ (5) نے کامیابی حاصل کر کے درجہ میں سارے ہی یعنی سو فیصد تریپن شرکاء نمایاں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اللہ کا شکر ہے اور محنت کرنے والے شرکاء نیز والدین قابل مبارکباد ہیں۔

مدرسۃ البنات

جیسا کہ پہلے شماروں میں عرض کیا گیا تھا کہ مدرسۃ البنات کراہیہ کے مکان میں چل رہا ہے اور دارالعلوم رحیمیہ نے اس کے لئے آٹھ کنال کا باغ تعمیر کے لئے متعین کر دیا۔ اللہ پاک کا احسان ہوا کہ مورخہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق 24/ مارچ 2022ء جمعرات کو اس جگہ سنگ بنیاد کا مبارک عمل منعقد ہوا۔ تقریباً پانچ سو طالبات کے قیام و تعلیم کے لئے انتظام کا نقشہ بنایا گیا۔ جس پر انجینئر حضرات کے تخمینہ کے مطابق کم از کم دو کروڑ روپے کی لاگت آنے کا اندازہ ہے، لہذا متعلقین اپنی خصوصی دعاؤں میں اس مبارک کام کو عافیت اور سہولت کے ساتھ تکمیل تک پہنچنے کی دعا کو بھی شامل فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

نیز اس سلسلے میں خود بھی اور اپنے متعلقین کو بھی متوجہ فرمائیں تاکہ ہر ایک اس صدقہ جاریہ میں حصہ لے سکے۔ بلکہ اپنے والدین و عزیز واقارب کے لئے صدقہ جاریہ میں حصہ متعین کر سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ دنیا فانی ہے یہاں کی ساری اشیاء فانی ہیں۔ باقی رہنے والی چیز وہی ہے جس کو انسان آخرت کے لئے ذخیرہ کرتا ہے چاہے اس کا ایمان ہو، اس کے اعمال ہوں یا جانی مالی کوششیں اور محنتیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جن لوگوں کو اس کی توفیق عطا فرماتے ہیں وہ انتہائی خوش نصیب ہوتے ہیں۔

مکاتب قرآنیہ

سال رواں میں دھیرے دھیرے مکاتب دوبارہ چالو ہونے لگے، الحمد للہ ہر

علاقہ میں مکاتب میں پھر سے قرآن کریم کی تعلیم کی چہل پہل شروع ہوئی۔ بہت سے علاقوں میں جو درواز پہاڑوں پر واقع ہیں مکاتب بدستور جاری رہے اور ان میں کام متاثر نہیں ہوا۔ البتہ بعض شہری علاقوں میں جہاں ابھی پابندی جاری تھیں وہاں جیسے جیسے اجازت ملتی گئی مکاتب بھی جاری ہوتے گئے۔ اس طرح سے پھر یہ مبارک سلسلہ قائم ہو گیا۔ اس وقت دارالعلوم رحیمیہ کے تحت چلنے والے مکاتب کی تعداد 300 سے زائد ہیں اور ان مکاتب میں 230 معلمین حضرات 9500 سے زائد بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم سے منور کر رہے ہیں۔ نہ صرف شہروں بلکہ دور دراز علاقوں میں یہ فیض جاری ہے۔ اللہ پاک اس کو تاقیامت جاری رکھے۔ آمین۔

فارغین

رواں تعلیمی سال میں حالات کی پریشانی کے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے 9 حفاظ کلام اللہ شریف، 8 ناظرہ مکمل کرنے والے، دورہ شریف کے انتیس (29) علماء کرام فضیلت حاصل کرنے والے گیارہ (11) قاری قرآن اور نو (9) مفتیان کرام اپنے تعلیمی نصاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو مزید ترقی عطا فرما کر اپنے دین متین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے اور جملہ اساتذہ کرام، کارکنان اور امت مسلمہ میں سے معاونین و دعا گو لوگوں کے لئے ان کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

فتاویٰ دارالعلوم رحیمیہ

اس تعلیمی سال میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے ادارہ کی طرف سے ایک یاد

گاتاریتاریخی کام دارالعلوم رحیمیہ سے جاری شدہ فتاویٰ کی پہلی جلد کی تیاری و طباعت اور اس کے بعد اجرا ہوا۔ جملہ مفتیان کرام جنہوں نے چالیس سالہ عرصہ میں استفتا کے جوابات دئے پھر مرتبین اور دیگر حضرات جنہوں نے تخریج، کتابت، تصحیح اور نظر ثانی میں حصہ لیا سبھی قابل مبارکباد ہیں۔ یہ علمی میدان میں ان کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنت کو قبول فرمائے۔ طباعت کے سلسلہ میں جو کوشش استاد دارالعلوم رحیمیہ مولانا فیاض احمد صاحب قاسمی نے انجام دی وہ بھی لائق تشکر ہے۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی پرویز احمد صاحب استاد جامعہ محمودیہ میرٹھ جنہوں نے فتاویٰ محمودیہ کی طباعت میں خوب تجربہ حاصل کیا تھا ان سے رابطہ کر کے ان کا تعاون حاصل کیا، اس تعاون سے ادارہ دارالعلوم رحیمیہ مفتی پرویز صاحب کا مشکور ہے۔ مولانا فیاض احمد صاحب کے کئی سفر واپسی میں زیر طباعت کتاب کے تکمیل تک پہنچانے کے سلسلے میں کرنے پڑے اور اس طرح سے کتاب کی بروقت اجرا کی شکل پیدا ہوئی کیونکہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کی تاریخ اچانک مختصر وقت میں دستیاب ہوئی تھی ان کی توجہ سے حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند اور مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری نیز مولانا مفتی محمود حسن صاحب کھیروارا جستان کا قافلہ اس کتاب کے اجرا کے سلسلے میں دلی ایئر پورٹ تک تشریف آور ہوا اور برفباری کی وجہ سے جہاز کی پرواز نہ ہونے کی بنا پر وہیں پر کتاب کا اجراء فرما کر ایک تاریخ رقم کر دی۔ فالحمد لله علی ذالک اور ان سبھی حضرات کو شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ اب ان کی کاوش سے یہ کتاب بفضل اللہ تعالیٰ قارئین گرامی کے لئے دستیاب

ہے۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں اور بہتر ترتیب اور حسن طباعت کے ساتھ سامنے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس کتاب کے امت کے لئے نافع بننے اور عند اللہ وعند الناس مقبول ہونے کے لئے بھی قارئین گرامی دعا فرمائیں۔

مالیات

عالمی وبا کرونا کی بندشوں کے نتیجے میں عوام الناس کے کاروبار متاثر ہوئے لیکن امت مسلمہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان اور کرم برابر قائم ہے۔ اس لئے جملہ مدارس اسلامیہ اور مکاتب قرآنیہ اور مساجد شریفہ میں مسلمان حضرات حسب توفیق و استطاعت اپنا مال لگاتے رہتے ہیں۔ دارالعلوم رحیمیہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر اخراجات بھی کافی بڑھ رہے ہیں اور عامۃ المسلمین کے تعاون سے پورے بھی ہو رہے ہیں۔ تنخواہ عملہ، مطبخ طلبہ، مکاتب قرآنیہ اور ضرویات متفرقہ کا معمول کا خرچہ لاکھوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو جاتا ہے، تعمیرات کا حصہ الگ ہے جس میں صدقہ جاریہ کے شائقین حصہ لیتے ہیں۔ شعبان المعظم چونکہ سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے، اس لئے مالیات بھی متاثر رہتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی لاکھ کا قرضہ اس وقت مدرسہ کے ذمہ ہے، قارئین گرامی سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں خصوصی توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ایک اہم گذارش یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک کی خصوصی دعاؤں میں ادارہ اور یہاں کے خدام کو یاد فرمائیں۔

اعلان داخلہ مع ضوابط

سال ۱۴۴۳ھ مطابق 2022-23ء

﴿۱﴾ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ میں جدید داخلے مورخہ ۱۵ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق 7 مئی 2022ء بروز سنپچر سے شروع ہونگے۔ یہ داخلے ناظرہ و حفظ، تجوید و قرأت، درس نظامی اول عربی سے دورہ حدیث شریف اور تکمیلات یعنی تکمیل ادب، تکمیل علوم اور تکمیل فقہ یعنی افتاء تک جملہ درجات میں ہونگے۔

﴿۲﴾ درجہ اول عربی کے لئے درجہ اعدادی (فارسی) سے کامیاب شدہ یا درجہ نہم یعنی مروجہ آٹھویں پاس ہونے کے بقدر استعداد ضروری ہے۔ عربی کے بقیہ درجات میں سابقہ پڑھی ہوئی جملہ کتابوں کا امتحان دینا ہوگا۔

﴿۳﴾ تجوید و قرأت (حفص اُردو) میں داخلہ کیلئے اُمیدوار کا مکمل حافظ قرآن ہونا اور اُردو لکھنے پڑھنے پر قادر ہونا شرط ہے۔

﴿۴﴾ تجوید و قرأت (سبعہ و عشرہ) میں داخلہ کیلئے درجہ عربی پنجم کی استعداد ضروری ہے۔

﴿۵﴾ ”خصوصی درجہ تکمیل حفظ“ وہ حفاظ کرام جو کافی زمانہ گذر جانے کی وجہ سے یا مکمل یاد نہ کرنے یا کسی اور وجہ سے قرآن کریم یا تو بھول چکے ہوں یا ان کی ادائیگی میں کمزوری ہے ان کیلئے یہ درجہ قائم کیا جا رہا ہے۔ یہ درجہ تکمیلات سے متعلق ہوگا۔

﴿۶﴾ کسی بھی شعبہ میں داخلے کے لئے سابقہ سکول کی ڈسپارچ ٹیٹھکیٹ / سابقہ

مدرسہ کا تصدیق نامہ اور سند تاریخ پیدائش کے علاوہ آدھار کارڈ کا فوٹو سٹیٹ مع فارم کے لئے ایک عدد فوٹو گراف جمع کرنا ضروری ہے۔

﴿۷﴾ شعبہ حفظ و ناظرہ کے قدیم طلباء کی حاضری ۴/ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق 6 مئی 2022ء بروز جمعہ المبارک شام ہوگی۔

﴿۸﴾ شعبہ جات عربی، تجوید و قرأت و تکمیلات (تکمیل فقہ، تکمیل ادب، تکمیل علوم) میں قدیم طلبہ کی حاضری ۸/ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰ مئی 2022ء بروز منگل کو ہوگی تاکہ ۹/ شوال المکرم کو پڑھائی شروع ہو سکے۔

﴿۹﴾ داخلہ کے وقت سرپرست یا ضامن کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

﴿۱۰﴾ کم عمر بچے جو اپنے سامان وغیرہ کی حفاظت نہ کر سکتے ہوں کو دارالاقامہ (ہوسٹل) میں داخلہ نہیں دیا جائے گا۔ دارالاقامہ میں قیام کرنے کے لئے کم از کم تیرہ سال کی عمر کا ہونا لازمی ہے۔

﴿۱۱﴾ حالات کے پیش نظر اپنا شناختی کارڈ یا آدھار کارڈ ہر وقت ساتھ رکھنا ضروری ہے۔

﴿۱۲﴾ امیدوار کو صرف دین سیکھنے کے لئے خلوص نیت کے ساتھ آنا چاہئے کسی دنیوی غرض سے نہیں۔

﴿۱۳﴾ امیدوار کی وضع قطع مکمل اسلامی طرز کی ہونا لازمی ہے۔

تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کیجئے:-

ناظم دارالعلوم رجمیہ بانڈی پورہ کشمیر پن-193502

فون 01957-225271

وفیات

۱۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن اور دارالعلوم چھاپنی گجرات کے مہتمم مولانا نظام الدین خاموش صاحب اچانک بیمار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے نیز دونوں اداروں کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔

۲۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان صاحب معارف القرآن کے پوتے، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صدر دارالعلوم کراچی اور حضرت مولانا مفتی محمد توفیق عثمانی شیخ الحدیث و نائب صدر دارالعلوم کراچی کے برادر زادہ یعنی مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی نائب شیخ الحدیث و مفتی دارالعلوم کراچی بھی اس دارالفنا سے عالم بقا کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور خانوادہ عثمانی کے جملہ افراد و متعلقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز علمی دنیا کو ان کا نعم البدل عنایت فرمائے۔

۳۔ مولانا محمد شعبان صاحب مہتمم جامعہ نور الانوار ساگم کو کرناگ و سابقہ مہتمم جامعہ انوار العلوم دندی پورہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۔ دارالعلوم رجمیہ کے سابق قدیم طالب علم محترم شبیر ابن مولوی تاج الدین صاحب کراچی پورہ کپواڑہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵۔ خانقاہ محمودیہ کے ساتھیوں میں سے جناب ارشاد احمد صاحب خانقاہ معلیٰ حال کنی پورہ سرینگر کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ناظم صاحب نے جنازہ پڑھایا۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ اسی طرح ایک اور ساتھی جناب بشیر احمد صاحب ترمبو ساکن سنگم بچھاڑہ کے والد صاحب کا بھی طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا نیز امتیاز احمد شاہ صاحب تاجر سرینگر ساکن راج باغ کے والد جناب محمد شفیع شاہ صاحب کا انتقال ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد امتیاز صاحب کی اہلیہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ناظم دارالعلوم رحیمیہ نے جنازہ پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

۶۔ مفتی عبدالقادر ماجی موریشس کا بھی انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

ان تمام مرحومین نیز دیگر متعلقین و جمع امت مسلمہ کے لئے

ایصال ثواب کرایا گیا۔ قارئین بھی دعائے مغفرت کریں۔

دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

کے نام سے اللہ پاک کے فضل و کرم سے اکثر اہل وطن واقف ہیں، وطن عزیز میں اس ادارے کے ذریعہ سے مختلف نوع کی خدمات انجام پا رہی ہیں۔ مثلاً

۱۔ نورانی قاعدہ سے لیکر ناظرہ، حفظ کلام اللہ شریف اور تجوید قرآن کریم، حفص، سببہ عشرہ کا انتظام۔

۲۔ ابتدائی، اعدادی درجہ سے لیکر عالمیت، فضیلت اور تکمیلات میں مفتی کورس تک کی مکمل تعلیم جس میں سات سو سے ساڑھے سات سو کے درمیان قیام و طعام و تعلیم کا انتظام ہوتا ہے۔ سال رواں کرونا پابندیوں کی رعایت کرتے ہوئے 422 طلبہ داخل ہوئے جن میں سے 393 طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا۔

۳۔ بانڈی پورہ کے گرد و نواح کے علاوہ گریز، تلیل اور ڈوڈہ، کشتواڑ، بھدر رواد، گول گلاب گڑھ میں قرآن پاک کے تین سو (300) سے زائد مکاتب میں ہزاروں

بچے اور بچیاں علوم دینیہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

۴۔ (1520) بچوں کی فیض عام سکینڈری سکول میں تعلیم جس میں نرسری سے لیکر ہائر ایجوکیشن تک اسلامیات اور کمپیوٹر کے ساتھ عصری تعلیم دی جاتی ہے۔

۵۔ محمود فلاحی ادارہ (یتیم خانہ، مدرسہ، امداد بیوگان و مساکین)

(60) یتیم بچوں کی کفالت۔ یہ ادارہ محمود چلڈرن ہوم کے نام سے پارامپورہ بانی پاس سرینگر پر واقع ہے اس ادارہ میں یتیم بچوں کے لئے دینی و عصری تعلیم و تربیت کے ساتھ قیام و طعام اور رہائش کا انتظام بھی ہے۔ سال رواں کرونا پابندیوں کی رعایت کرتے ہوئے (37) طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا۔

۶۔ محدود تعداد میں بیواؤں اور بے کسوں کی ماہانہ کفالت

۷۔ محدود پیمانے پر مستحق بچوں یا بچیوں کی نہایت سادہ شادیاں

۸۔ ہزاروں کی تعداد میں قاعدے، سپارے، قرآن پاک اور حدیث پاک نیز دعاؤں کی مفت کتابیں بچوں کے لئے

۹۔ ریلیف سیل کے ذریعہ مصیبت میں فوری امداد یا باز آباد کاری

۱۰۔ غریبوں اور مسکینوں کی غربت سے فائدہ اٹھا کر ان کو دین اسلام سے دور کرنے جیسے خطرناک اقدامات کا توڑ کرنے کے لئے زبانی، تحریری کوششیں

۱۱۔ ماہانہ ”النور“ اردو اور انگریزی کے علاوہ متعدد دینی اصلاحی کتابوں کے ذریعہ علمی، اصلاحی، دینی خدمات کی کوشش جیسے قابل قدر امور ادارہ ہذا انجام دے رہا ہے۔

سیلاب 2014ء کے نتیجے میں ادارہ کے ذمہ داران، اساتذہ، ملازمین اور طلباء عزیز خدمت خلق اللہ میں مشغول رہے۔ اور ادارہ کے تعمیراتی پروجیکٹ روک دئے گئے۔

پھر شروع کئے گئے لیکن جون 2016ء میں نامساعد حالات کی بنا پر دوبارہ تعمیری کام روک دیا گیا۔ اب پھر سے کتب خانہ کی تکمیل کا ارادہ ہے نیز مدرسہ البنات کی سنگ بنیاد بھی رکھی

گئی ہے۔ لہذا اہل خیر حضرات اس کار خیر میں حصہ لیکر اپنے والدین، متعلقین اور عزیز واقارب کے لئے صدقہ جاریہ بنانے کے لئے نادر اور سنہرے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

مخلصانہ اپیل اور صدقہ جاریہ حاصل کرنے کا سنہرا موقع

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں عموماً مسلمان زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں۔ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ زکوٰۃ و صدقات کے مصارف رکھتا ہے۔ مدرسہ میں تقریباً چھ سو افراد کا قیام و طعام رہتا ہے۔ ان کے ایک ماہ کا لنگر خرچہ ہی لاکھوں میں ہوتا ہے۔ اس مد میں مستحقین پر زکوٰۃ و صدقات ہی خرچ کی جاتی ہے۔ لہذا اس مبارک ماہ میں جہاں آپ دوسرے مستحقین کو مدد فرمائیں گے، دارالعلوم رحیمیہ کو بھی ضرور یاد کریں، کیونکہ دینی مدارس میں زکوٰۃ، صدقات دینے میں دوہرا اجر ہے، ایک غرباء و مساکین کی خدمت اور دوسرا اشاعت علم دین۔ اس لئے مدرسہ ہذا کی بھرپور اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ نیز اپنی نیک دعاؤں میں مدرسہ کی ترقی کے لئے ہمیشہ حصہ رکھیں۔ جزاکم اللہ۔ اللہ پاک آپ کے عطیات کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور امت کو اس سے نفع پہنچائے۔ آمین۔

سالانہ بجٹ تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہے جبکہ کئی ماہ سے ادارہ مقروض بھی ہے یہ قابل ذکر بات ہے کہ تعمیرات کا خرچہ اس کے علاوہ ہے اس لئے اہل خیر حضرات اپنی پسند کے موافق مندرجہ ذیل مدت میں سے کسی بھی مد میں تعاون فرما کر اپنے لئے صدقہ جاریہ حاصل کریں۔

اکاؤنٹ نمبرات

برائے صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ

0061010100000321 IFSC Code: JAKA0WULLAR	کرنٹ اکاؤنٹ دارالعلوم رحیمیہ جے کے بینک بانڈی پورہ کشمیر
--	--

برائے تعمیر مسجد شریف

0061010100001226 IFSC Code: JAKA0WULLAR	کرنٹ اکاؤنٹ مسجد شریف دارالعلوم رحیمیہ جے کے بینک بانڈی پورہ
--	--

برائے صدقہ جاریہ (تعمیرات، خریدی زمین) وغیرہ

0061010100001532 IFSC Code: JAKA0WULLAR	کرنٹ اکاؤنٹ دارالعلوم رحیمیہ جے کے بینک بانڈی پورہ کشمیر
--	--

11662154537 IFSC Code: SBIN0001362	کرنٹ اکاؤنٹ دارالعلوم رحیمیہ اسٹیٹ بینک آف انڈیا برانچ بانڈی پورہ
---------------------------------------	---

برائے امداد، عطیہ، اللہ و عمومی خیرات

0727040100000386 IFSC Code: JAKA0NIPARK	سیونگ اکاؤنٹ دارالعلوم رحیمیہ جے کے بینک نشاط پارک بانڈی پورہ کشمیر
--	---

ریلیف کے لئے اکاؤنٹ

0061010100001098 IFSC Code: JAKA0NIPARK	کرنٹ اکاؤنٹ ریلیف سیل جے کے بینک مین برانچ بانڈی پورہ کشمیر
--	---

المحود فلاحی ادارہ پارمپورہ (یتیم خانہ، مدرسہ، امداد بیوگان و مساکین)

0005010100007472 IFSC Code: JAKA0CHINAR	کرنٹ اکاؤنٹ صدیق اکبر ٹرسٹ جے کے بینک ریڈیٹس روڈ سرینگر ہنام المود چلڈرن ہوم
--	--

0181010100002615 IFSC Code: JAKA0FRUITS	کرنٹ اکاؤنٹ ہنام المود چلڈرن ہوم پارمپورہ نیو فروٹ منڈی سرینگر
--	--

مدرسۃ البنات دارالعلوم رحیمیہ (فی الحال عارضی طور پر مسجد شریف شاہدان والا اکاؤنٹ استعمال میں ہے)

0727010100000084 IFSC Code: JAKA0NIPARK	کرنٹ اکاؤنٹ مسجد شاہدان نشاط پارک برانچ جے کے بینک بانڈی پورہ
--	---

نوٹ:- آپ جس اکاؤنٹ میں رقم داخل کریں اس کی اطلاع دفتر کونون 01957-225271 پر ضرور کریں یا موبائل SMS پر 9419089250 کریں تاکہ مدرسہ کے حسابات اور بینک کے اندراجات میں موافقت رہے اور فرق نہ آئے۔

مزید معلومات اور رابطہ کے لئے پتہ

ناظم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

فون نمبرات: 9419900002, 9906448454 فون نمبر دفتر: 01957-225271